ہفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد22 — جمعۃ المبارک06مارچ 2015ء — 15/جمادی الاوّل 1436 ہجری قمری ❁ 06/امان 1394 ہجری شمسی — شمارہ10

سماعت اور بصارت کے لئے دعا

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا کیا کرتے تھے:

اے اللہ میرے جسم کو عافیت سے رکھ اور میری سماعت اور بصارت کی بھی خود حفاظت فرما۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو حلیم اور عزت والا ہے۔ پاک ہے اللہ جو عرش عظیم کا ربّ ہے۔ سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو ربّ العالمین ہے۔ (جامع الترمذی کتاب الدعوات باب فی جامع الدعوات حدیث نمبر: 3402)

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام﴾

اس زمانہ میں بڑی ضرورت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کیا جاوے۔

’’ہمارے اصول میں یہ بات ہے کہ سچائی کو دنیا میں پھیلایا جائے۔ اس زمانہ میں بڑی ضرورت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ہستی کو ثابت کیا جاوے‘‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 530۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

مصنوعات پر نظر کر کے ہم خدا کو پہچان سکتے ہیں۔ لیکن یہ دلیل اگر کام دے سکتی ہے اور مفید ہو سکتی ہے تو مسلمانوں کے لیے

’’اسلام یہ سکھاتا ہے کہ کوئی چیز خود بخود نہیں خواہ وہ ارواح ہوں یا اجسام سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ ہر چیز کا مبدءِ فیض اور سرچشمہ وہی ہے ل ل۔ اس لحاظ سے اس کے مصنوعات پر نظر کر کے ہم اس کو پہچان سکتے ہیں۔ پس یہ دلیل اگر کام دے سکتی ہے اور مفید ہو سکتی ہے تو مسلمانوں کے لیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنی ہی معرفت مسلمانوں کو نہیں دی بلکہ اپنی شناخت اور معرفت کے اور بہت سے نشانات ان کو دیئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے: لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا (یونس:65) اور پھر فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْھِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ (حٰمٓ السجدہ:21) یعنی جن لوگوں نے کہا کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور پھر اس پر انہوں نے استقامت دکھائی اور کوئی مشکل اور مصیبت انہیں اس اقرار سے پھرا نہیں سکی ان پر ملائکہ کا نزول ہوتا ہے۔ یہ بڑا بھاری طریق ہے خدا کو پہچاننے کا۔ اس سے وہ یقین پیدا ہوتا ہے جو انسان کو نجات کا وارث بنا دیتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کے وجود پر کامل یقین پیدا ہو جاوے تو انسان کی زندگی میں ایک معجزنما تبدیلی ہوتی ہے۔ وہ گناہ آلود زندگی سے نکل آتا ہے اور پاکیزگی اور طہارت کا جامہ پہن لیتا ہے اور یہی نجات ہے جو اس کو گناہ سے بچا لیتی ہے۔ اس کے ثمرات اور برکات خدا تعالیٰ پر کامل یقین اور توکل پیدا ہونے لگتے ہیں اور معجزات اور نشانات مشاہدہ کرائے جاتے ہیں۔

وہ طریق جس سے ہم دہریوں اور دوسروں پر حجّت قائم کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے اقتداری نشان اور اقتداری پیشگوئیاں ہیں

اب چونکہ زمین و آسمان پر مدت ہائے دراز گذر گئی ہیں اس لیے نرا اُن کا وجود یقین کے لیے کافی نہیں۔ اگر یہ کافی ہوتے تو لوگ دہریہ کیوں بنتے؟ مَیں یقیناً کہتا ہوں کہ دوسرے لوگ دہریوں کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر قائل نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمارے سامنے لاؤ۔ یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ مان جاویں مگر ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ وہ لاجواب ہو جائیں گے۔ **وہ طریق جس سے ہم دہریوں اور دوسروں پر حجّت قائم کرتے ہیں وہ کیا ہے؟ خدا تعالیٰ کے اقتداری نشان اور اقتداری پیشگوئیاں۔** اسلام پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل اور رحم ہے کہ ایک سچا مسلمان یہاں تک ترقی کر سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اس کو مکالمہ مخاطبہ نصیب ہو جاتا ہے مگر یہ سب کچھ تقویٰ سے نصیب ہوتا ہے‘‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 121-120۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

’’**یاد رکھو کہ اس نظام شمسی اور اس ترتیب عالم سے جو کہ ایک ابلغ اور محکم رنگ میں پائی جاتی ہے اس سے نتیجہ نکالنا کہ خدا ہے یہ ایک ضعیف ایمان ہے۔ اس سے خدا کے وجود کے متعلق پوری تسلّی نہیں ہو سکتی، امکان ثابت ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یقیناً خدا ہے۔ اگر اس میں یقینی اور قطعی دلائل ہوتے تو پھر لوگ دہریہ کیوں ہوتے؟** بڑے بڑے محقق کتابیں تالیف کرتے ہیں مگر ان کے دلائل ناطقہ اور براہین قاطعہ نہیں ہوتے۔ کسی کا منہ بند نہیں کر سکتے اور نہ ان سے یقینی ایمان تک انسان پہنچ سکتا ہے۔ اگر ایک شخص ان امور سے خدا تعالیٰ کی ہستی کے دلائل بیان کرے گا تو ایک دہریہ اس کے خلاف دلائل بیان کر دے گا۔ دراصل بات یہ ہے کہ اس طرح اتنا ثابت ہو سکتا ہے کہ خدا ہونا چاہئے۔ یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہے۔ ہونا چاہئے اور ہے میں بہت بڑا فرق ہے۔ ہے مشاہدہ کو چاہتا ہے **۔ مگر دوسرا حصہ جو وجود باری تعالیٰ کے واسطے انبیاء نے پیش کیا ہے کہ زبردست نشانات معجزات اور خدا کی زبردست طاقت کے ظہور سے اس کی ہستی ثابت کی جاوے۔ یہ ایک ایسی راہ ہے کہ تمام سر اِس دلیل کے آگے جھک پڑتے ہیں۔** اصل میں بہت سے عرب دہریہ تھے جیسا کہ قرآن شریف کی آیت ذیل سے معلوم ہوتا ہے۔ اِنْ ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا (المومنون:38) کیا عرب جیسے اُجڈ اور بیباک، بے قید، بے دھڑک لوگ تلوار سے آپؐ نے سیدھے کئے تھے؟ اور ان کی آپ کی بعثت سے پہلی اور پچھلی زندگی کا عظیم الشان امتیاز اور فرق اس وجہ سے تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار کا مقابلہ نہ کر سکے تھے؟ یا کیا صرف سادہ اور نری اخلاقی تعلیم تھی جس سے اُن کے دلوں میں ایسی پاک تبدیلی پیدا ہو گئی تھی؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ یاد رکھو کہ تلوار انسان کے ظاہر کو فتح کر سکتی ہے مگر دل کبھی تلوار سے فتح نہیں ہوتے۔ بلکہ وہ وہ انوار تھے جن میں خدا کا چہرہ نظر آتا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایسے ایسے خارق عادت نشانات دکھائے تھے کہ خود خدا ان لوگوں کے سامنے آموجود ہوا تھا اور انہوں نے خدا تعالیٰ کے جلال اور جبروت کو دیکھ کر گناہ سوز زندگی اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی تھی۔

اب پھر وہی وقت ہے اور ویسا ہی زمانہ۔ **پس اِس وقت بھی خدا کی ہستی کا یقین اُسی ذریعہ سے ہو گا جس ذریعہ سے ابتدا میں ہوا تھا۔** اسلام وہی اسلام ہے لہٰذا اس کی کامیابی اور سرسبزی کے بھی وہی ذریعے ہیں جو ابتدا میں تھے۔ اب بھی ضرورت ہے تو اس بات کی کہ خدا کے چہرہ نما ہیبتناک اقتداری نشانات ظاہر ہوں اور یقین جانو کہ کوئی شخص گناہ سے پاک نہیں ہو سکتا جب تک خدا تعالیٰ کی معرفت کامل نہ ہو‘‘۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 589-588۔ ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

خطبۂ نکاح

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

(مرتبہ: ظہیر احمد خان۔ مربی سلسلہ شعبہ ریکارڈ دفتر پی ایس، لندن)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 20 جنوری 2013ء بروز اتوار مسجد فضل لندن میں درج ذیل نکاح کا اعلان فرمایا۔ تشہد و تعوذ اور مسنون آیات قرآنیہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:۔

اس وقت مَیں جس نکاح کا اعلان کرونگا یہ عزیزہ کاشفہ عثمان ہاشمی بنت مکرم صابر عثمان ہاشمی صاحب کراچی کا ہے جو عزیزم عطاء الرزاق ابن مکرم عبدالخالق تعلقدار صاحب یو کے کے ساتھ گیارہ ہزار پونڈ حق مہر پر طے پایا ہے۔ عزیزہ کاشفہ عثمان ہاشمی کے وکیل مکرم سید عبدالمالک صاحب ہیں۔

لڑکی کے خاندان سے تو مَیں پوری طرح واقف نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ان کا پنجاب سے زیادہ تعلق ہوگا۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے دریافت فرمایا کہ پنجاب سے ہے یا بہار سے بھی ہے؟ عرض کیا گیا کہ بچی کی والدہ بہار سے تھیں۔ فرمایا ٹھیک ہے کچھ تعلق پھر بہار سے بھی ہوگیا۔ اور لڑکا جو ہے یہ بھی ننھیال کی طرف سے پنجابی ہے۔ دَدھیال کی طرف سے بنگالی اور بہاری دونوں رشتے میرا خیال ہے پائے جاتے ہیں۔ اس لحاظ سے گو کہ دونوں خاندانوں میں دو مختلف کلچر پہلے بھی آئے ہوئے ہیں لیکن احمدی خاندان میں جو اصل چیز ہونی چاہئے وہ مقامی یا برادری یا علاقے کا کلچر نہیں بلکہ تقویٰ ہے اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے نکاح کے موقع پر بار بار یاددہانی کروائی ہے۔ اگر اس کو سامنے رکھا جائے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے رشتے نبھتے بھی ہیں اور آگے آئندہ نسلیں بھی نیک اور جماعت سے اور دین سے تعلق رکھنے والی ہوتی ہیں۔ اللہ کے فضل سے یہ خاندان جن میں رشتہ طے پا رہا ہے جماعت سے خاص تعلق رکھنے والے اور نہ صرف تعلق رکھنے والے بلکہ خدمت کرنے والے خاندان ہیں۔ لڑکے کے نانا شیخ مبارک احمد صاحب تھے۔ یو کے کی جماعت میں لوگ ان کو جانتے ہیں، پرانے یہاں رہنے والے تھے۔ اسی طرح ان کے دادا بھی جب بنگال سے ہجرت کر کے آئے تو ربوہ میں رہے اور اللہ کے فضل سے وقف جدید میں بڑا لمبا عرصہ خدمت کی۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ میں نے کہا کہ خدمت کرنے والا خاندان ہے اور جماعت سے خاص تعلق بھی ہے۔ اللہ کرے کہ یہ جو رشتے قائم ہو رہے ہیں یہ بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے نہ صرف جماعت میں تعلق میں آگے نکلنے والے ہوں بلکہ جماعت کے لئے خدمت کا جذبہ بھی رکھنے والے ہوں اور آئندہ ان کی نسلیں بھی اس جذبہ سے پروان چڑھیں اور ہمیشہ ان کے مدّنظر تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کی رضا رہے۔ اب ان چند الفاظ کے ساتھ مَیں نکاح کا اعلان کرتا ہوں۔

اس کے بعد حضور انور نے فریقین میں ایجاب و قبول کروایا، رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا کروائی اور فریقین کو شرف مصافحہ بخشتے ہوئے مبارکباد دی۔

برازیل میں پہلی مسجد ''بیت الأوّل'' کے سنگ بنیاد کی مبارک تقریب۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اس موقع پر خصوصی پیغام۔

(رپورٹ: وسیم احمد ظفر۔ مبلغ سلسلہ برازیل)

7 جون 2014 جماعت احمدیہ برازیل کی تاریخ میں ایک یادگار دن بن گیا جب اللہ تعالیٰ کے بیشمار فضلوں اور بے پناہ رحمتوں کو سمیٹتے ہوئے خلافت احمدیہ کی بابرکت رہنمائی کے سایہ تلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے غلاموں نے دنیا کے ایک بڑے وسیع و عریض رقبہ پر پھیلے ہوئے ملک برازیل میں خدا تعالیٰ کی توحید کا جھنڈا گاڑتے ہوئے اپنی پہلی ''مسجد بیت الاول'' کی تعمیر کے لئے باقاعدہ سنگ بنیاد کی پُروقار تقریب منعقد کی۔ الحمدللہ۔

پیارے آقا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے اس مسجد کا نام ''بیت الاول'' عطا فرمایا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس تاریخی تقریب میں سنگ بنیاد کے لئے مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب مبلغ انچارج جماعت احمدیہ کینیڈا کو اپنا ''نمائندہ خصوصی'' نامزد فرمایا۔ چنانچہ آپ نے حضور انور کی نمائندگی میں پُرسوز دعاؤں کے ساتھ بنیاد میں وہ پہلی اینٹ رکھنے کی سعادت حاصل کی جس پر حضور انور نے دعا کی ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ یہ بھی ہمارے لئے بہت بڑی سعادت اور اعزاز کی بات ہے کہ پیارے آقا نے اس تاریخی موقع کی مناسبت سے انتہائی ایمان افروز پیغام بھی بھجوایا۔

حضور انور ایدہ اللہ کا خصوصی پیغام

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے پیغام میں فرمایا کہ

''جماعت احمدیہ برازیل کو پہلی مسجد ''بیت الاول'' کا سنگ بنیاد رکھنے کی توفیق بھی مل رہی ہے اور اس کی مناسبت سے آپ نے جلسہ سالانہ کا موضوع 'خدا کا گھر' رکھا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس اقدام کو مبارک فرمائے اور آپ کو بڑی اچھی اور خوبصورت مسجد بنانے کی توفیق بخشے۔ یاد رکھیں مسجد خدا کا گھر ہے اور اس کی تعمیر کا مقصد یہی ہے کہ اس سے اللہ کا ذکر بلند ہو اور خدا تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کیا جائے۔ مسجد کی تعمیر یہ احساس دلاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تمام دنیا میں پھیلانے کے لئے اپنی پوری کوششوں کو بروئے کار لایا جائے اور ایسے لوگ پیدا ہوں جو اپنے مقصد پیدائش کو پہچانیں۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ عبادتگاہ کا مقصد یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو ماننے والے، اس کی عبادت کرنے والے آئیں۔ تمام انبیاء جو آئے ہیں انہوں نے یہی تعلیم دی کہ ایک خدا سے تعلق پیدا کریں۔ اس کی عبادت اور پھر مخلوق خدا سے ہمدردی کا تعلق رکھیں اور ہر ایک دوسرے کے حقوق ادا کرے۔ ہر نبی نے خدائے واحد کی عبادت کی تعلیم دی ہے۔ مخلوق کے حقوق ادا کرنے کی تعلیم دی ہے اور آپس میں پیار و محبت سے رہنے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے

جماعت احمدیہ جہاں بھی مساجد تعمیر کرتی ہے اس کا اوّلین مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدائے واحد کی عبادت کا پیغام ہر ایک کو دیا جائے۔ پس آپ نے یہ تمام حقوق ادا کرنے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی جماعت احمدیہ کا تعارف بھی بڑھ جاتا ہے اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ''یہ خانۂ خدا ہوتا ہے جس گاؤں یا شہر میں ہماری جماعت کی مسجد قائم ہوگئی تو سمجھو کہ جماعت کی ترقی کی بنیاد پڑ گئی۔ اگر کوئی ایسا گاؤں ہو یا شہر جہاں مسلمان کم ہوں یا نہ ہوں اور وہاں اسلام کی ترقی کرنی ہو تو ایک مسجد بنا دینی چاہئے پھر خدا خود مسلمانوں کو کھینچ لاوے گا۔ لیکن شرط یہ ہے کہ قیام مسجد میں نیّت باخلاص ہو۔ محض للہ اسے کیا جاوے۔ نفسانی اغراض یا کسی شر کو ہرگز دخل نہ ہو۔ تب خدا برکت دے گا''۔

(ملفوظات جلد نمبر 7 صفحہ نمبر 119۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

یہ بھی یاد رکھیں کہ جماعت احمدیہ کی مساجد سب عبادت کرنے والوں کے لئے کھلی ہیں۔ ہر مذہب سے تعلق رکھنے والا یہاں آکر اپنی عبادت کر سکتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نجران سے ایک عیسائی وفد مدینہ آیا جب ان کی عبادت کا وقت ہوا تو انہوں نے اجازت چاہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی مسجد نبوی میں ہی اپنی عبادت کر لیں۔ تو جماعت احمدیہ کی مساجد تمام مذاہب کی عبادت کے لئے کھلی ہیں۔ تمام مذاہب خدا کی طرف سے ہیں۔ ہم سب خدا کی مخلوق ہیں۔ ہم کسی کو بھی جو خدا تعالیٰ کی عبادت کرنے کے لئے آتا ہے روک نہیں سکتے۔ پس یہ مقاصد ہیں مساجد کی تعمیر کے اور آپ کی اس مسجد کو یہ مقاصد پورے کرنے چاہئیں۔ یہاں سے اللہ تعالیٰ کا ذکر بلند ہو۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ کی آواز پر تمام کاروبار اور تجارتیں بھول کر عبادت کے لئے جمع ہو جاؤ۔ امن کا پیغام اس مسجد سے تمام ملک میں پھیلے۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کے ساتھ ہو آپ کو دینی اور روحانی ترقیات سے نوازے اور حقیقی عبادتگزار بنائے۔ (آمین)''

....

اس تاریخی تقریب میں شرکت کے لئے جماعت احمدیہ امریکہ کی نمائندگی میں مکرم مولانا شمشاد احمد ناصر صاحب مبلغ سلسلہ اور مکرم فلاح الدین شمس صاحب نائب امیر جماعت احمدیہ امریکہ و انچارج مسجد پروجیکٹ نے شرکت کی۔ علاوہ ازیں امریکہ، کینیڈا اور یو کے سے بھی بعض افراد شامل ہوئے۔

اس تاریخی تقریب کے لئے ایک خصوصی دعوت نامہ تیار کیا گیا تھا اور جگہ کے محدود ہونے کے باعث شہر کے خاص خاص چنیدہ لوگوں کو مدعو کیا گیا تھا جن میں مئیر، کونسل کے ممبران اور زندگی کے مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ زیادہ تر افراد کو خود مل کر اور جماعت کا تعارف کروا کر دعوت نامہ دیا گیا۔ ان میں سے کم و بیش 70 افراد نے شرکت کی جن میں ممبران جماعت کے علاوہ کونسل ممبرز، دو بڑے گرجوں کے پادری، بینک مینیجرز، پروفیسرز، ڈائریکٹرز وغیرہ اہم افراد شامل تھے جبکہ بہت سے افراد نے اپنی مصروفیات اور مجبوریوں کے پیش نظر نہ آسکنے کی معذرت کی۔

اس تقریب کے لئے ایک مارکی لگائی گئی۔ راستہ کو رنگ برنگی جھنڈیوں اور بینرز سے سجایا گیا تھا۔ جھنڈیاں بچوں اور بڑوں نے بڑے شوق سے خود مشن ہاؤس میں ہی تیار کی تھیں۔ میڈیا سے بھی رابطہ کیا گیا تھا چنانچہ دو اخباروں میں رپورٹس کے علاوہ تقریب سے ایک روز قبل مورخہ 6 جون کو ایک لوکل ٹیلی ویژن چینل SBT کی ٹیم مشن ہاؤس آئی اور کم و بیش 20 منٹ کا انٹرویو ریکارڈ کیا جس میں خاکسار کے علاوہ مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب مبلغ انچارج جماعت احمدیہ کینیڈا بھی شامل ہوئے اور تفصیل کے ساتھ جماعت کا تعارف کروایا اور مسجد کی تعمیر کے مقاصد بتائے۔ اسی طرح مؤرخہ 11 جون کو ایک اور ٹیلی ویژن چینل نے اپنے اسٹوڈیو میں بلایا جس میں 30 منٹ کا لائیو پروگرام ہوا۔ اس میں خاکسار کے علاوہ مکرم مولانا شمشاد احمد ناصر صاحب مبلغ سلسلہ امریکہ اور مکرم ڈاکٹر کریم احمد شریف صاحب آف امریکہ نے بھی شرکت کی۔ الحمدللہ ان پروگراموں کی وجہ سے جماعت کا اچھا اور وسیع تعارف ہوا۔

....

اس تاریخی تقریب کی صدارت کی سعادت حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے نمائندہ خصوصی مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب کے حصہ میں آئی۔ تقریب کا باقاعدہ آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جو مکرم ثاقب احمد صاحب نے کی جس کا پُرتگیزی زبان میں ترجمہ مکرم ندیم احمد طاہر صاحب نے پیش کیا جس کے بعد مکرم اعجاز احمد ظفر صاحب نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام خوش الحانی کے ساتھ پڑھا اور اس کا پرتگیزی میں

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں

مَصَالِحُ الْعَرَب

(عربوں میں تبلیغ احمدیت کے لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے مسیح موعودؑ کی بشارات، گرانقدر مساعی اور ان کے شیریں ثمرات کا ایمان افروز تذکرہ)

(محمد طاہر ندیم۔عربک ڈیسک یوکے)

قسط نمبر 339

مکرم مہنّد شریقی صاحب (2)

قسطِ گزشتہ میں ہم نے مکرم مہند شریقی صاحب کے احمدیت کی طرف سفر کے پہلے حصہ میں قبول احمدیت تک کے واقعات کا ذکر کیا تھا۔جس کے بعد ایک روز ان کا ایک سلفی کزن ان سے ملنے آیا اور انہیں ایم ٹی اے دیکھتے ہوئے پا کر ساری رات ان سے احمدیت کے بارہ میں بحث کرتا رہا۔اس کے بعد مکرم مہند شریقی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

صبحِ نو

میرا کزن تو سلفی اور تکفیری خیالات کا آدمی تھا اس پر میری دلیلوں کا کچھ اثر نہ ہوا لیکن صبح ہوئی تو میرے گھر میں ایک نیا سورج طلوع ہو چکا تھا۔ یہ سورج احمدیت کی صداقت کا سورج تھا۔ میں نے قبل ازیں اپنے گھر والوں کے ساتھ احمدیت کے موضوع پر کھل کے بات نہ کی تھی لیکن میرے کزن کے ساتھ ہونے والی بحث بہت تفصیلی تھی جسے میری بہنوں نے بھی سنا تھا اور وہ بھی ساری رات جاگتی رہی تھیں۔ صبح ہونے پر انہوں نے مجھ سے احمدیت اور اس کے عقائد کے بارہ میں سوالات کرنے شروع کر دیئے، اور بالآخر میری ایک بہن نے احمدیت قبول کر لی۔ یہ پہلا قطرہ گرا تو موسلا دھار بارش ہونے لگی اور میری دوسری اور پھر تیسری بہن بھی احمدیت کی آغوش میں آ گئی، اور سب سے آخر پر والدہ صاحبہ نے بھی احمدیت قبول کر لی۔ گو سب کو بیعت کرتے کرتے خاصہ وقت لگا لیکن اس کی ابتدا اس صبحِ نو سے ہوئی جو میرے کزن کے ساتھ بحث کے بعد آئی۔

میری وصیت کا اثر

میری بہنوں میں سے جس نے سب سے پہلے بیعت کی وہ مکرمہ ریم شریقی صاحبہ اہلیہ مکرم ابراہیم اخلف صاحب ہیں۔علمی اور عقائدی لحاظ سے احمدیت کے بارہ میں انشراح صدر کے علاوہ سب سے زیادہ جس بات نے ان کے دل پر اثر کیا وہ میری وصیت تھی۔

میری یہ بہن سعودی عرب میں کام کرتی تھی۔ میں نے اسے بلا کر کہا کہ زندگی خدا کے ہاتھ میں ہے اور میں اس وقت گھر میں اکیلا احمدی ہوں اگر اسی حالت میں میری وفات ہو جائے تو میرے بعد میرے بچوں کو اچھی طرح سمجھا دینا کہ ان کا باپ احمدی تھا اور جب وہ فوت ہوا تو اس کے گلے میں مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت تھی اس لئے تمہیں بھی والد کے نقش قدم پر چلنا چاہئے۔

بعد میں میری اس بہن نے بتایا کہ اس پر ان الفاظ نے گہرا اثر کیا تھا۔ کیونکہ عموماً لوگ دنیاداری کی نصیحتیں اور وصیتیں کرتے ہیں لیکن یہ کیسی وصیت تھی اور کیسی خواہش تھی کہ میرے بچے بس اتنا جان لیں کہ ان کا والد احمدی تھا شاید یہ سن کر ان میں سے بھی کوئی اس راستہ کی تلاش میں نکل کھڑا ہو۔ چنانچہ میری بہن نے اس کے بعد مجھ سے ایم ٹی اے کی فریکوینسی لی اور پھر کچھ عرصہ تحقیق کرنے کے بعد بیعت کر لی۔

مخالفت اور والد صاحب کا موقف

اس کے بعد میں نے نہ صرف اپنے گھر میں بلکہ اپنے خاندان میں بھی کھل کر احمدیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ میرے مذکورہ بالا کزن نے مخالفت کو انتہا تک پہنچاتے ہوئے میرے خلاف کفر کا فتوی دے دیا۔علاوہ ازیں والد صاحب نے بھی بہت مخالفت کی کیونکہ وہ مسجد کی کمیٹی کے صدر تھے اور مختلف علماء و مشائخ ان کے جاننے والے تھے جن سے وہ میرے کفر کا فتویٰ لا سکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ قبول احمدیت کے بعد میرے اندر نیک تبدیلیاں پیدا ہوئی ہیں، تاہم انہیں میرے اس اقدام پر شدید غصّہ تھا۔

ایک روز ایک ٹی وی چینل پر متعصب مولوی شیخ حسان کی جماعت احمدیہ کے بارہ میں تقریر آنی تھی، میرے والد صاحب نے مجھے فرمایا کہ آؤ میرے ساتھ مل کر یہ پروگرام دیکھو۔ میں نے عرض کیا کہ شیخ صاحب نے وہی پرانے اعتراضات دُہرانے ہیں جن کے بارہ میں جماعت احمدیہ ثابت کر چکی ہے کہ یہ صریح جھوٹ اور شرمناک الزام ہیں۔ والد صاحب نے فرمایا کہ یہ تو لائیو پروگرام ہے اور تمہیں کیسے پہلے سے پتہ چل گیا کہ انہوں نے افتراء پردازیاں کرنی ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ آپ سن لینا شیخ صاحب یہی کہیں گے کہ احمدیوں کا قبلہ مشرق کی طرف ہے، ان کا حج قادیان میں ہوتا ہے، یہ شراب اور منشیات کو حلال سمجھتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ لیکن یہ بات ان کے جھوٹا ہونے کے لئے کافی ہوگی کیونکہ آپ مجھے روزانہ نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہیں اور بخوبی جانتے ہیں کہ میں کس قبلے کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرتا ہوں۔

والد صاحب نے فرمایا کہ وہ ایسا نہیں کہیں گے، بلکہ حقائق پیش کریں گے جس سے تمہارے عقیدے کی قلعی کھل جائے گی۔

پھر جب پروگرام نشر ہوا تو شیخ صاحب نے انہی باتوں کو دُہرایا، میرے والد صاحب یہ پروگرام دیکھ کر بہت شرمندہ ہوئے اور اس کے بعد ان کا روّیہ میرے ساتھ بہتر ہوتا گیا یہاں تک کہ ایک دن انہوں نے میرے شہر حمص کے تمام احمدیوں کو اپنے گھر بلا کر دعوت کی۔ وفات سے قبل انہوں نے کہا کہ تم نے جو راہ اختیار کی ہے میں اس سے مطمئن ہوں اور تمہارے بارہ میں مَیں ایسی ہی حالت کا متمنّی تھا۔

خلیفۂ وقت کی دعا کی برکت

بیعت کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بہت سی غیر معمولی برکات نازل فرمائیں۔ حادثے کی وجہ سے میرے ایک گھٹنے کی ہڈی بری طرح خراب ہو گئی تھی اور ڈاکٹر مجھے آپریشن کے ذریعہ مصنوعی گھٹنہ ڈلوانے کا مشورہ دے رہے تھے۔ میری طبیعت اس طرف مائل نہ تھی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ اگر آپریشن نہیں کرواؤ گے تو زیادہ سے زیادہ تین سال تک مختلف عوارض کے ساتھ یہ گھٹنہ چل سکے گا جس کے بعد بالآخر آپریشن ہی اس مسئلہ کا حل ہوگا۔

میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں دعا کے لئے لکھتا رہا اور اب خدا کے فضل سے دس سال بیت جانے کے بعد بھی میں بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت ہوں اور کسی آپریشن کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

فسادات اور اسیری

شام میں ہونے والے فسادات کے دوران جون 2013ء میں ہمارا محلّہ حکومت کی گرفت سے نکل گیا۔اس پر مسلح گروپس نے قبضہ کر لیا اور امام مسجد محلّہ کے سکول کا ہیڈ ماسٹر بن بیٹھا۔اس نے پہلا کام یہ کیا کہ میرے بیٹے اور بیٹی کو سکول سے نکال دیا۔ میں نے سبب پوچھنے کے لئے سکول کا رُخ کیا تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ تمہارے بچوں کو اس لئے نکالا ہے کیونکہ وہ دیگر بچوں کو کہتے ہیں کہ مسلمان کافر اور ہم قادیانی صحیح مسلمان ہیں۔ نیز کہتے ہیں کہ تم قرآن پڑھتے ہو جبکہ ہمارے پاس نئی کتاب ہے، اور تم نمازیں پڑھتے ہو جبکہ ہم نہیں پڑھتے۔ میں نے متعجب ہوتے ہوئے پوچھا: کیا واقعی میرے بچوں نے ایسا کہا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔

اس وقت میرا بیٹا میرے ساتھ تھا میں نے اس سے پوچھا تو اس نے ان باتوں سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ مولوی صاحب نے جھٹ کہا کہ تمہاری بیٹی نے ایسا کہا ہے۔ میں نے کہا کہ میں ابھی اپنی بیٹی کو لے آتا ہوں اور چیلنج دے کر کہتا ہوں کہ سارے سکول سے کوئی بچہ لے آؤ اور اس کا میری بیٹی سے حفظِ قرآن میں مقابلہ کرالو۔

بہر حال اس کی نیت تو پہلے ہی خراب تھی لہٰذا اب اس نے علی الاعلان کہہ دیا کہ ہم تمہارے خلاف ایکشن لینے کا سوچ رہے ہیں جو کم از کم تمہاری محلّہ بدری کی صورت میں ہو سکتا ہے۔

اس واقعہ کے ایک ہفتہ کے اندر اندر مجھے گرفتار کر لیا گیا اور پھر یہ اسیری آٹھ ماہ تک جاری رہی جس میں بدترین تشدد اور تعذیب نے مجھے موت کے قریب کر دیا۔ یہی نہیں بلکہ میری بیوی کو بھی اغواء کر کے دھمکیاں دی گئیں کہ محلّہ چھوڑ دو ورنہ گھر کو لوٹ کر سب کو قتل کر دیا جائے گا۔

موت کے سایوں میں زندگی کی نوید

مَیں جیل میں بدترین تشدد اور فاقوں کے باعث سخت بیمار ہو گیا۔ مجھے گرفتار کرنے والے تو یہی چاہتے تھے کہ کسی طرح میں خود ہی زندگی کی بازی ہار جاؤں۔ میں نیم مُردہ حالت میں پڑا تھا، چُور چُور جسم میں اتنی سکت بھی نہ تھی کہ ہلکی سی حرکت بھی کر سکے۔ مجھے اپنی بے بسی پر افسوس تو تھا لیکن اطمینان بھی تھا کہ ایمان کے راستے میں یہ سب کچھ برداشت کرنے کی توفیق مل رہی تھی۔ ایسے میں جبکہ موت مجھے سامنے نظر آ رہی تھی میں نے اللہ تعالیٰ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت عطا ہونے کے لئے دعا کی۔ جب سویا تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا۔ میں اس قدر خوش تھا کہ مارے خوشی کے میری آنکھ کھل گئی۔ جب جاگا تو افسوس ہوا کہ زیادہ دیر اس نظارہ کو نہیں دیکھ سکا۔ کچھ دیر کے بعد دوبارہ نیند آ گئی اور میں نے دوبارہ وہی رؤیا دیکھا جس کے بعد میرا دل اطمینان و انشراح سے بھر گیا اور میں نے کہا اب میرے لئے ہر قسم کی تکلیف سہنا آسان ہو گیا ہے۔

دو روز کے بعد مجھ پر موت کی مدہوشیاں چھانے لگیں، باوجود شدید گرمی کے میرا جسم ٹھنڈا ہونے لگا۔ میرے ارد گرد بیٹھے میری جان کے دشمنوں نے بھی دھیمے لہجے میں میری موت کی پیشگوئیاں کرنی شروع کر دیں۔ ایسی حالت میں مَیں نے دعا کی کہ اے خدا میں تیری بارگاہ میں رحمت اور اس بے بسی کی موت سے نجات کے لئے دعا گو ہوں۔ چند منٹ کے بعد ہی میرے جسم میں حرارت پیدا ہونی شروع ہو گئی، بخار جاتا رہا اور مجھے مکمل آرام آ گیا، تاہم ٹانگ میں شدید درد کی وجہ سے اٹھنا محال تھا۔ میں نے دوبارہ دعا کی اور چند منٹ کے بعد اللہ تعالیٰ نے اتنی قوت عطا فرمائی کہ میں اپنے قدموں پر کھڑا ہو گیا۔ باوجود جیل میں ہونے کے یہ لمحہ میرے لئے اتنا خوشکن تھا کہ جس کا بیان ناممکن ہے۔ میرے اہل خانہ مسلسل حضور انور کی خدمت میں میری رہائی کے لئے لکھ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر ان دعاؤں کو سنا اور موت کے منہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے نجات دی اور معجزانہ طور پر میری رہائی ممکن ہو گئی۔

میرا اب ایک ہی خواب ہے کہ کسی روز حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات ہو جائے۔

اہلیہ کی بیعت

میری اہلیہ باوجود مجھ سے حسن ظن رکھنے کے احمدیت کے موضوع پر یہی کہتی کہ بڑے بڑے علماء کی جماعت کے بارہ میں رائے کے ہوتے ہوئے کچھ کہنا اس دعویٰ کے مترادف ہے کہ میں ان تمام علماء سے زیادہ جانتی ہوں جنہوں نے ساری عمریں کتابیں پڑھتے اور اجتہاد کرتے گزار دیں۔ اگر تمہارے مسیح موعود سچے تھے تو ایسے علماء کو پہلے پتہ چلنا چاہئے تھا۔

میں اہلیہ کے ردّعمل سے تنگ نہ آتا اور بار بار تبلیغ کے لئے کوئی نہ کوئی دروازہ کھول لیتا۔ بالآخر ایک روز ایسا واقعہ ہوا جس نے میری اہلیہ کا دل بدل دیا۔ ہوا یوں کہ میرے سسرال والوں کو ہمارے متعلق کوئی غلط فہمی ہو گئی جس کی بنا پر انہوں نے ہم پر نہایت غلط الزامات لگائے اور سخت ناراض ہو کر قطع تعلق کر لیا۔ انہوں نے ہمیں اپنا موقف واضح کرنے کا بھی موقع نہ دیا۔ اس صورتحال سے ہم دونوں شدید پریشان تھے خصوصاً اس وجہ سے بھی کہ ہم بالکل بے قصور تھے۔ ایک روز میں نے اس حادثہ کو بھلا کر دوبارہ احمدیت کا موضوع چھیڑ دیا۔ میری اہلیہ نے تنگ آ کر کہا کہ اگر میرے اہل خانہ پر ہماری بریّت خود بخود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنی غلطی کا اعتراف کر لیں تو میں اسے تمہارے مسیح کی صداقت کی دلیل سمجھوں گی اور فوراً ان پر ایمان لے آؤں گی۔

میری اہلیہ نے اپنی طرف سے ایسی شرط رکھی جس کا پورا ہونا اس کے خیال میں ناممکن تھا۔

تاہم جب میں نے یہ بات سنی تو علیحدہ ہو کر رو رو کر دعا کی کہ اے خدایا تو خود ہی حقیقت ظاہر فرمانے کے سامان پیدا کر دے۔ دو روز کے بعد میرے سسر کا فون آیا، وہ میری دلداری کرنے لگ گئے اور اپنے گھر آنے کی دعوت دی۔ اسی طرح میری ساس کا بھی فون آیا انہوں نے کہا کہ ہمیں اب حقیقت حال کا پتہ چلا ہے، ہم نے آپ کو خواہ مخواہ ظلم کا نشانہ بنایا، پھر وہ معذرتیں کرنے لگے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر میری اہلیہ نے فوراً بیعت کر لی۔ یہ 2007ء کی بات ہے۔ یوں میرا پورا گھر احمدی ہو گیا اور بچوں کا مستقبل بھی محفوظ ہو گیا ورنہ بیوی کے احمدی نہ ہونے کی وجہ سے بچوں کی احمدیت بھی خطرہ میں تھی۔ ازاں بعد اللہ تعالیٰ نے ہمیں ظلم کی زمین سے ہجرت کر کے ترکی آنے کی توفیق عطا فرمائی جہاں حضور انور ایدہ اللہ کی ہدایت پر جماعت نے ہمارا ہر طرح سے خیال رکھا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔

(باقی آئندہ)

اسلامی تعلیم کے افضل ہونے کے دلائل

[انتخاب از خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرمودہ 28 دسمبر 1937ء۔

(مطبوعہ بعنوان 'انقلاب حقیقی' انوار العلوم جلد 15)]

قسط نمبر 2

اتحادِ اُمم کی بنیاد

گیارہویں عظیم الشان فضیلت قرآن کریم کو یہ حاصل ہے کہ اس نے دعویٰ کیا ہے کہ اس کا لایا ہوا پیغام کسی ایک قوم یا دو قوموں کے لئے نہیں بلکہ ساری دنیا کیلئے ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا وَّلٰکِنْ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ۔ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔ قُلْ لَّکُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْہُ سَاعَۃً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ (سبا: 29 تا 31) کہ اے رسول! ہم نے تجھے ساری دنیا کی طرف بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے اور تیرے ذریعہ سے ہم سب دنیا کو ایک نظام پر جمع کرنے والے ہیں۔

اب دیکھو یہ کس قدر عظیم الشان انقلاب ہے اور انقلاب بھی ایسا جس کی مثال پہلے نہیں ملتی۔ پہلے ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور جو تعلیم وہ لاتا اپنی قوم کے لئے لاتا تھا۔ چنانچہ ہندوستان میں اگر کرشن حکومت کر رہے تھے تو ایران میں زرتشت حکومت کر رہے تھے اور چین میں کنفیوشس حکومت کر رہے ہیں۔ اسی طرح کوئی موسیٰؑ کی اُمّت تھا تو کوئی عیسیٰؑ کی۔ مگر خدا نے کہا اب دنیا میں ایک ہی مذہبی حکومت ہوگی اور ظاہری اور باطنی طور پر تمام دنیا ایک ہی جھنڈے کے نیچے لائی جائے گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی اس خصوصیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ کَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِہٖ خَاصَّۃً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّۃً (بخاری کتاب التیمم و قول اللہ تعالیٰ فلم تجدوا ماءً۔ الخ) کہ پہلے ہر نبی اپنی اپنی قوم کی طرف بھیجا جایا کرتا تھا مگر میں روئے زمین کے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔

یہ انقلاب چونکہ ایک نیا انقلاب تھا اور لوگوں نے یہ پہلی دفعہ سنا کہ تمام دنیا روحانی لحاظ سے ایک ہونے والی ہے اس لئے وہ دنگ رہ گئے۔ اور جس طرح آپؐ نے توحید کی تعلیم پیش کی تھی اور کُفّار حیران ہو گئے تھے ویسا ہی اس دعویٰ کے وقت بھی ہوا۔ چنانچہ توحید کی تعلیم کے بارہ میں قرآن کریم میں آتا ہے کہ کُفّار اسے سن کر کہہ اُٹھے اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا (صٓ: 6) کہ دنیا میں پہلے جو اتنے خدا موجود ہیں کیا ان سب کو اکٹھا کر کے یہ ایک خدا بنانا چاہتا ہے؟ یعنی کوئی ایرانیوں کا خدا ہے جسے وہ اہرمن یا یزدان کہتے ہیں۔ کوئی عیسائیوں کا خدا ہے جسے وہ گاڈ (GOD) یا خداوند یسوع مسیح کہتے ہیں۔ کوئی ہندوستان کا خدا ہے جسے وہ پرمیشور یا اوم کہتے ہیں۔ کوئی یہودیوں کا خدا ہے جسے وہ یہوواہ کہتے ہیں۔ غرض یہ مختلف خدا ہیں جو دنیا میں موجود ہیں۔ اگر اب یہ آ کر کہہ رہا ہے کہ صرف ایک خدا کو مانو تو کیا یہ سب خداؤں کو اکٹھا کر کے ایک بنا دے گا؟ یہ تو عقل کے خلاف ہے کہ اتنے خداؤں کو کُوٹ کاٹ کر ایک خدا بنا دیا جائے۔

غرض کُفّار کو حیرت ہوئی اور انہوں نے اپنے اس تعجب کا اظہار کیا۔ مگر اب دیکھو یزدان اور گاڈ اور اوم اور یہوواہ وغیرہ سب نام اللہ کے اندر آ گئے اور اللہ کا نام ہی سب ناموں پر غالب آ گیا ہے اور آج ساری دنیا توحید کے خیال کی صحت کو تسلیم کر رہی ہے۔

دشمنوں کو جو حیرت توحید کے دعویٰ سے ہوتی تھی ویسی ہی آپ کے اس دعویٰ سے ہوئی کہ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَآفَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّنَذِیْرًا ہم نے تجھے ساری دنیا کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اس کے بارہ میں آتا ہے وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ لیکن اکثر لوگ اس نکتہ کو نہیں سمجھتے۔

مَیں سمجھتا ہوں اس زمانہ میں لوگوں کے لئے یہ نکتہ سمجھنا ایسا ہی مشکل تھا جیسے آدم کے زمانہ میں لوگوں کے لئے یہ سمجھنا مشکل تھا کہ ایک غیر شخص جو ہمارے ہی جیسا ہو ہمارے معاملات میں دخل دینے کا حق رکھتا ہے۔ کفارِ مکّہ بھی اس دعویٰ پر سخت حیران ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ یہ پیدا تو ہوا عرب میں اور کہتا ہے کہ مَیں ایران کا بھی نبی ہوں، اور چین کا بھی نبی ہوں، اور مغرب کا بھی نبی ہوں اور مشرق کا بھی نبی ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے اس اِستعجاب کا اظہار کرتے اور کہتے ہیں۔ مَتٰی ھٰذَا الْوَعْدُ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (سبا: 31) اگر تم اپنی اس بات میں سچے ہو کہ ساری دنیا ایک جھنڈے کے نیچے آنے والی ہے تو یہ بات کب ہوگی؟ فرمایا قُلْ لَّکُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ (سبا: 31) تو ان لوگوں سے کہہ دے کہ بس اس زمانہ کے آنے میں اتنی ہی دیر ہے جتنی کہ سورہ سجدہ میں بتائی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ۔ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (السجدۃ: 6) یعنی اللہ تعالیٰ اَمرِ اسلامی کو پہلے تو زمین میں قائم کرے گا پھر وہ ایک ہزار سال کے عرصہ میں آسمان پر اُٹھ جائے گا۔

اِس آیت میں اسلام کے پہلے ظہور کا زمانہ بتایا گیا ہے جس میں سے ایک ہزار سال کا عرصہ معیّن کر دیا ہے اور پہلا عرصہ غیر معیّن رکھا ہے۔ لیکن اسے حدیثِ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے معیّن کر دیا ہے۔ کیونکہ آپ فرماتے ہیں خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَھُمْ ثُمَّ الْفَیْجُ الْاَعْوَجُ (بخاری کتاب فضائل اصحاب النبیّ ﷺ باب فضائل اَصحاب النبیّ ﷺ وَ مَنْ صَحِبَ النَبِیّ ﷺ۔ الخ) یعنی بہترین صدی میری ہے۔ پھر اس کے بعد کی صدی۔ پھر اس کے بعد کی صدی۔ پھر تباہی ہے۔

تدبیرِ امر کا زمانہ

اس سے معلوم ہوا کہ تدبیر امر کا زمانہ تین صدیاں ہیں اور اس کے بعد تباہی کا زمانہ ایک ہزار سال اور اس کے بعد پھر ترقی کا زمانہ۔

گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تیرہ سَو سال بعد اسلام کا دوبارہ اِحیاء مقدر بنایا گیا تھا۔ پس اس جگہ جو قُلْ لَّکُمْ مِّیْعَادُ یَوْمٍ کہا ہے تو اس سے اسی یوم کی طرف اشارہ ہے جس کا سورہ سجدہ میں ذکر ہے اور وہ ہزار سال تنزّلِ اسلام کے ہیں جس کے بعد بتایا گیا ہے کہ پھر اسلام ترقی کرے گا اور ساری قوموں میں پھیل جائے گا کیونکہ وہ زمانہ تکمیلِ اشاعت اسلام کا زمانہ ہوگا۔ آیت ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ (الصف: 10) بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے۔

میعادِ یوم سے مراد

پس اس جگہ میعادِ یوم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ سے پہلے کے تنزّلِ اسلام کے ہزار سالہ دَور کی طرف اشارہ ہے جس کے بعد اسلام کی دوبارہ ترقی مقدر کی گئی تھی۔

حضرت مسیحؑ کا حلقۂ بعثت

بعض عیسائی اس موقع پر کہا کرتے ہیں کہ یہ تعلیم تمہاری نئی نہیں ہمارے مذہب کی بھی یہی تعلیم ہے کہ تم اپنا پیغام تمام دنیا کو پہنچاؤ اور ہمارا مسیح بھی کسی ایک قوم کی طرف مبعوث نہیں ہوا تھا بلکہ تمام دنیا کی طرف تھا۔

مَیں اپنے ایک پُرانے مضمون میں عیسائیوں کے اس دعویٰ کا جواب دے چکا ہوں اور انجیلوں کے متعدد حوالہ جات سے ثابت کر چکا ہوں کہ **حضرت مسیح ناصری تمام دنیا کی طرف نہیں آئے بلکہ محض بنی اسرائیل کی طرف آئے اور وہ خود انجیل میں کہتے ہیں کہ**:۔

"مَیں اسرائیل کے گھر کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سِوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا" (متی باب 15 آیت 24) اور یہی طرزِ عمل ان کے حواریوں کا بھی تھا۔

مگر آج مَیں ایک اور رنگ میں عیسائیوں کے اِس دعویٰ کو باطل ثابت کرتا ہوں اور وہ یہ کہ اگر خدا نے کہا تھا کہ مسیح تمام دنیا کی طرف ہے اور اس کے ذریعہ سے سب لوگ ایک جھنڈے کے نیچے آ جائیں گے تو بہر حال خدا جو بات کہے، اسے پورا ہونا چاہئے اور چونکہ یہ انقلابی تعلیم تھی اور اس لئے دی گئی تھی کہ سب دنیا کو ایک کر دیا جائے اور قومیّتوں کو کمزور کر دیا جائے اس لئے ہمیں دیکھنا چاہئے کہ کیا اس مقصد کو مسیحیت نے پورا کر دیا؟

عیسائی بیشک یورپ میں بھی پھیلے اور چین میں بھی پھیلے اور جاپان میں بھی پھیلے اور ہندوستان میں بھی پھیلے اور ایسی ایسی جگہ پہنچے جہاں شاید مسلمان بھی نہیں پہنچے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا اس تعلیم کا جو مقصد تھا وہ پورا ہو گیا؟ اس تعلیم کی غرض تو یہ تھی کہ جُدائی کے خیالات مِٹا دیئے جائیں۔ قومیّتوں کو کمزور کر دیا جائے اور سب دنیا کو مساوات کے جھنڈے کے نیچے لایا جائے۔ اب اگر مسیح کو خدا نے کہا تھا کہ تیرے ذریعہ سے اقوامِ عالَم کا تفرقہ مٹ جائے گا اور سب دنیا ایک ہو جائے گی تو عیسائیت کے ذریعہ سے یہ انقلاب پیدا ہو جانا چاہئے تھا۔ اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا نے یہ کہا تھا کہ تیرے ذریعہ سے اقوامِ عالَم کا تفرقہ مِٹے گا اور سب دنیا ایک جھنڈے کے نیچے آئے گی تو اسلام کے ذریعہ سے یہ انقلاب پیدا ہونا چاہئے تھا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مسیحیت سے زیادہ نیشنلزم اور قوم پرستی کی تعلیم کسی اور نے نہیں دی اور دنیا میں ایک ملک بھی تم نہیں دِکھا سکتے جہاں مسیحیت نے مساوات قائم کی ہو۔ لیکن دنیا میں تم ایک ملک بھی ایسا نہیں دِکھا سکتے جہاں اسلام گیا ہو اور مساوات قائم نہ ہوئی ہو۔ آج انگریز جرمن کا دشمن اور جرمن انگریز کا دشمن ہے اور وہ دونوں ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لئے تیار رہتے ہیں۔ ایک دوسرے کو تباہ کرنے کے لئے ہوائی جہاز بناتے، توپیں ایجاد کرتے اور نئے سے نئے اور دُور دُور تک گولہ باری کرنے والے بم بناتے ہیں لیکن باوجود اس کے ایک ہندوستانی عیسائی سے ایک انگریز وہ تعلقات کبھی پیدا نہیں کرے گا جو ایک جرمن دہریہ سے کر لے گا۔ اگر خدا نے اس کو سب دنیا کے لئے بھجوایا تھا تو اس کا نتیجہ وہ کیوں نہ نکلا جو نکلنا چاہئے تھا؟ اَور تو اَور یورپین عیسائی تو ان سے بھی مساوات نہیں برتتے جو ان کے خداوند کے بھائی ہیں۔ چنانچہ دیکھ لو، جرمن اور دوسرے ممالک میں یہودیوں پر کتنے مظالم کئے جا رہے ہیں۔ آخر یہ کون ہیں؟ یہ ان کے خداوند کے بھائی ہی تو ہیں مگر یہ ان سے بھی مساوات برتنے کے لئے تیار نہیں۔

اس کے مقابلہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر مساوات پیدا کر دی ہے کہ ایک جاہل عرب، ایک منگتا عرب، ایک لُٹیرا عرب دنیا کے کسی کونہ میں چلا جائے، مسلمانوں کی یوں باچھیں کِھل جاتی ہیں گویا ان کا کوئی بزرگ زندہ ہو کر دنیا میں واپس آ گیا ہے اور عرب صاحب! عرب صاحب! کہتے ہوئے ان کا منہ خشک ہوتا ہے۔

پس عیسائیوں کے اس دعویٰ کو خود خدا کا فعل ردّ کر رہا ہے اور اس کے فعل نے بتا دیا ہے کہ یہ انقلاب محمدیؐ انقلاب ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس تعلیم کے مخاطب تھے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ تعلیم نازل کی جاتی تو خدا تعالیٰ ان سے یہ کام بھی لیتا۔ ہاں چونکہ بشارت کی ہوائیں اصل موعود کے آنے سے پہلے چلنی شروع ہو جاتی ہیں اس لئے جب عیسوی دَور میں محمدیؐ انقلاب کی بشارت آئی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ایک عظیم الشان نبی کے ذریعہ سے جو تمام نبیوں کا سردار ہوگا سب دنیا ایک ہونے والی ہے اور سب دنیا ایک ہی جھنڈے کے نیچے آنے والی ہے تو عیسائیوں نے اس سے دھوکا کھایا اور انہوں نے سمجھا کہ ابھی سے اس کا وقت آ گیا ہے۔ لیکن چُرایا ہوا لباس فِٹ کہاں آ سکتا تھا۔ خدا کے فعل نے ثابت کر دیا کہ اس کے مخاطب عیسائی نہیں تھے بلکہ مسلمان اس کے مخاطب تھے۔

اسلامی اِنقلاب

غرض اِن تغیّرات کے ماتحت اسلام نے دنیا کے علم، اس کے فکر، اس کے فلسفہ، اس کے جذبات، اس کے مذہب، اس کی سیاست، اس کے اخلاق، اس کے تمدّن، اس کی معاشرت، اس کی اقتصادیات اور اس کی ثقافت کو بالکل بدل دیا اور دنیا اَور سے اَور ہو گئی اور ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدا کر دی۔"

(انقلاب حقیقی، انوار العلوم جلد 15 صفحہ 75 تا 84)

☆......☆......☆

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission

Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years

Free management Service

Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

خطبہ جمعہ

نقائص اور کمزوریاں ہمیشہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک فردی کمزوریاں اور نقائص اور ایک قومی کمزوریاں اور نقائص۔ اسی طرح خوبیاں بھی دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک فردی خوبیاں اور دوسرے قومی خوبیاں۔

افرادکی بدیاں تو ان کی تشخیص کر کے پھر ان کا علاج کر کے دُور کرنے کی کوشش ہوسکتی ہے اور کسی کو اگر خود احساس ہوجائے تو وہ خود بھی کوشش کر کے اپنی بدیاں دُور کر سکتا ہے لیکن قومی بدیوں کو دور کرنے کے لئے تمام قوم کو غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر بحیثیت قوم وہ بدیوں کو دور کرنے کے لئے کھڑی نہ ہو، کوشش نہ کرے یا بحیثیت قوم علاج کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو بحیثیت قوم وہ بدیاں اور نقائص اس قوم میں پیدا ہوجاتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے جب وہ قوم کو ہلاک کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔

جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے نفس کی کمزوریوں کو دیکھے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم بحیثیت قوم اپنی کمزوریوں کو دیکھیں اور ان کی نشاندہی کریں اور پھر بحیثیت قوم ان کا علاج اور تدارک کریں اور اس علاج میں ہر ایک کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا کیونکہ بغیر مشترکہ کوشش کے اور مشترکہ طور پر علاج کے ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

مغربی معاشرہ تو آزادی کے نام پر ایک تباہی کی طرف جا ہی رہا ہے اور یہ قومی بدی ہے لیکن اس کی لپیٹ میں بعض احمدی بھی آرہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ یہ قومی برائی بنے اور وسیع طور پر پھیل جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد ہم پھر جہالت میں واپس چلے جائیں ہمیں قوم کی حیثیت سے ان باتوں سے بچنے کے لئے کوشش کو تیز تر کرنے کی ضرورت ہے۔ پس جماعت احمدیہ کے نظام کے تمام حصے اس بات پر غور کرنے کے لئے سر جوڑیں۔ منصوبہ بندی کریں۔ اس کا ابھی سے خاتمہ کرنے کی کوشش کریں۔

باوجود توجہ دلانے کے، بار بار کی تلقین کے باجماعت نماز کے لئے ایک بڑی تعداد کو ذوق وشوق نہیں ہے گویا یہ ایک قومی بیماری بن رہی ہے۔ اس لئے اس کے شدت سے علاج کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ یہ فردی نقص نہیں ہے کہ فلاں شخص مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے نہیں آیا۔ جس طرح عدم توجہی کا اظہار ہو رہا ہے یہ چیز قومی بیماری اور نقص کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ پس ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ مسجدوں کو آباد تو حقیقی مومنوں نے کرنا ہے اور حقیقی مومن وہی ہیں جنہوں نے زمانے کے امام کو مانا ہے۔

ہمیں اپنی اصلاح کے بعد مستقل طور پر گمراہی سے بچنے کے لئے بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔ ہمیں غور کرتے رہنا چاہئے کہ کہاں کہاں دوسرے مسلمانوں میں نقائص پیدا ہوئے اور وہ گمراہ ہوئے اور ہم نے کس طرح ان سے بچنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر پھر آپ کی تعلیم کو جاننا اور اس پر عمل کرنا بھی بہت ضروری ہے۔

خلافت کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اس زمانے میں ایم ٹی اے اور جماعت کی ویب سائٹ بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں مہیا فرمائی ہیں ان سے منسلک رہنا بھی بہت ضروری ہے

مکرمہ رضیہ مسرت خان صاحبہ اہلیہ مکرم عبداللطیف خان صاحب (ہونسلو) اور عزیزم عامر شیراز صاحب ابن مکرم شاہد محمود صاحب (مورڈن ساؤتھ) کی نماز جنازہ حاضر۔ مکرم الحاج رشید احمد صاحب (ملواکی۔ امریکہ) اور مکرم حسن عبداللہ صاحب (ڈیٹرائٹ۔ امریکہ) کی نماز جنازہ غائب۔ اور مرحومین کا ذکر خیر۔

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ مورخہ 13 رفروری 2015ء بمطابق 13 تبلیغ 1394 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ قومی نقائص اور کمزوریوں کے بارے میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا جس میں ان کمزوریوں کی وجوہات اور جماعت کو ان سے بچنے کی طرف توجہ دلائی تھی۔ اس مضمون کی آج بھی ضرورت ہے اس لئے میں نے اس سے استفادہ کرتے ہوئے آج اس مضمون کو لیا ہے۔

نقائص اور کمزوریاں ہمیشہ دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک فردی کمزوریاں اور نقائص اور ایک قومی کمزوریاں اور نقائص۔ اسی طرح خوبیاں بھی دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک فردی خوبیاں اور دوسرے قومی خوبیاں۔ فردی نقائص وہ ہیں جو افراد میں تو ہوتے ہیں لیکن مِن حیث القوم، قوم میں نہیں ہوتے۔ اسی طرح خوبیاں ہیں۔ بعض خوبیاں افراد میں تو ہوتی ہیں لیکن مِن حیث القوم، قوم میں نہیں ہوتیں۔ افراد اپنے علم اور اپنی کوشش سے بعض خوبیاں اپنے اندر پیدا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح نقائص کی وجوہات اور اسباب ہر شخص کے اپنے حالات اور ماحول کی وجہ سے ہوتے ہیں۔ بدی اور نیکی کے بارے میں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ نیکی اور بدی یا نقص اور خوبی اپنے ماحول کے اثرات کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کی مثال اسی طرح ہے جیسے کوئی بیج زمین کے بغیر نہیں اُگ سکتا یا آجکل نئے ذریعہ کاشت میں ایک خاص قسم کی مٹی بنائی جاتی

ہے جس میں پانی جذب کرنے اور بیج کو پروان چڑھانے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ بڑے بڑے برتنوں میں اس کو رکھا جاتا ہے اور بڑے بڑے ہالوں کے اندر اس کی کاشت ہوتی ہے لیکن بہرحال اس کے بغیر بیج نہیں اُگ سکتا۔ کسی بھی بیج سے صحیح استفادہ کے لئے، اس سے اس کے اگانے کا مقصد حاصل کرنے کے لئے اس کو زمین یا زمین جیسے ماحول کے میسّر کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کے بغیر بیج اگر اُگے گا بھی تو تھوڑے عرصے میں مر جائے گا، ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح بدی یا نیکی جو نقائص یا خوبی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے وہ ماحول کے اثرات کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔

پس برائیوں یا نیکیوں کے بڑھنے میں ماحول ایک لازمی جزو ہے۔ اردگرد کے اثرات جب تک کسی نیکی یا بدی کے لئے خاص زمین تیار نہ کر دیں اس وقت تک وہ بدی یا نیکی نشوونما نہیں پا سکتی۔ لیکن ماحول بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ضروری نہیں کہ ایک قسم کا ماحول ہر ایک پر ایک جیسا اثر انداز ہو جائے۔ ایک قسم کا ماحول صرف افراد پر اثر ڈالتا ہے اور مِن حیث القوم وہ ہر ایک کو متاثر نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسی زمین کی ہے جس میں خاص فصلیں اُگ سکیں۔ مثلاً حضرت مصلح موعودؓ نے مثال دی ہے کہ زعفران ہے، ہندوستان میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تمام ہندوستان میں نہیں ہوتا ہے بلکہ خطہ کشمیر میں ہوتا ہے اور وہاں بھی ایک خاص علاقہ ہے جس میں خاص قسم کا زعفران پیدا ہوتا ہے جو اعلیٰ قسم کا ہے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 13 صفحہ 75-74)

پاکستانی زمیندار بھی جانتے ہیں بلکہ چاول کا کاروبار کرنے والے بہت سارے لوگ جانتے ہیں کہ خوشبودار باسمتی جیسا کہ کالر کے علاقے میں ہوتا ہے وہاں پاکستان کے اور کسی علاقے میں نہیں ہوتا۔ زراعت کے ماہرین نے بڑی کوشش بھی کی ہے لیکن اس جیسی خوشبو پیدا کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ بہرحال خاص حالات خاص بیجوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے قانونِ قدرت میں مہیا کر دیئے ہیں یا مقرر کر دیئے ہیں اس کے بغیر وہ خاصیت اور وہ صفت پیدا نہیں ہوتی۔ پھر زمین ہے یا دوسرے موسمی اثرات ہیں یہ سارے اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے پر بعض فصلیں ایسی ہیں مثلاً گندم ہے یا خاص قسم کے باغات ہیں وہ ایک ملک میں تمام جگہ ہو جاتے ہیں۔ پیداوار میں کمی وبیشی کا فرق ہو تو ہو لیکن ہو جاتے ہیں۔ پس اسی طرح نیکیاں اور بدیاں بھی بعض اثرات کے تحت قومی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں اور پوری قوم کی ترقی یا زوال کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ افراد کی بدیاں تو افراد کی کوشش سے ٹھیک ہو سکتی ہیں اور اگر کوشش کریں تو نہ صرف بدیاں دُور ہو جائیں گی بلکہ افراد میں اگر وہ کوشش کریں تو فردی خوبیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ لیکن جو قومی اثرات کے تحت بدیاں یا نیکیاں ہوں ان کے لئے کسی ایک فرد کی کوشش کارآمد ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ فرد جزو ہے۔ کُل کا حصّہ ہے اور جو خرابی کُل میں ہو وہ جزو کی اصلاح سے ٹھیک نہیں ہو سکتی بلکہ کُل کی خرابی اگر ہو تو اس سے فرد بھی متاثر ہوتا ہے۔ اگر ایک علاقے میں ماحول ہی خراب ہے تو اس ماحول کی وجہ سے وہاں رہنے والے تمام لوگ متاثر ہوں گے۔ مثلاً اگر کوئی شخص زہر کھا لے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ زہر ہاتھ پاؤں اور دماغ یا دوسرے اعضاء پر اثر نہ کرے۔ یہ تمام جسم پر اثر کرے گا۔ اسی طرح ہمارا کھانا ہے۔ گوشت پھل وغیرہ ہم کھاتے ہیں اور مختلف چیزیں ہم کھاتے ہیں ان سے جسم کا ہر حصہ فائدہ اٹھائے گا کیونکہ یہ تمام اعضاء کُل کے یعنی جسم کے افراد ہیں۔ اس لئے وہ زہر میں بھی حصہ لیتے ہیں اور اچھی خوراک میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ اسی طرح جو نیکی یا بدی قومی طور پر پیدا ہو وہ تمام قوم پر اثر ڈالتی ہے۔ پس جو قومی بدیاں یا نیکیاں ہوں ان کا مقابلہ کوئی خاص حصہ جسم یا فرد نہیں کر سکتا یا کسی خاص فرد کی اصلاح سے قومی اصلاح نہیں ہو سکتی، نہ بدیوں کو دور کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح نہ ہی نیکیوں کو پھیلایا جا سکتا ہے۔ کیونکہ کُل کا اثر جزو پر ضرور پڑتا ہے۔ بہرحال یہی قاعدہ ہے کہ اگر کل کو فائدہ ہو تو جزو کو بھی فائدہ ہوگا اور اگر کل کو نقصان پہنچے تو جزو کو بھی نقصان پہنچے گا۔

پس افراد کی بدیاں تو ان کی تشخیص کر کے پھر ان کا علاج کر کے دُور کرنے کی کوشش ہو سکتی ہے اور کسی کو اگر خود احساس ہو جائے تو وہ خود بھی کوشش کر کے اپنی بدیاں دُور کر سکتا ہے لیکن قومی بدیوں کو دور کرنے کے لئے تمام قوم کو غور کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر بحیثیت قوم وہ بدیوں کو دور کرنے کے لئے کھڑی نہ ہو، کوشش نہ کرے یا بحیثیت قوم علاج کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو بحیثیت قوم وہ بدیاں اور نقائص اس قوم میں پیدا ہو جاتے ہیں اور ایک وقت آتا ہے جب وہ قوم کو ہلاک کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔

پس جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے نفس کی کمزوریوں کو دیکھے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ ہم بحیثیت قوم اپنی کمزوریوں کو دیکھیں اور ان کی نشاندہی کریں اور پھر بحیثیت قوم ان کا علاج اور تدارک کریں اور اس علاج میں ہر ایک کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا کیونکہ بغیر مشترکہ کوشش کے اور مشترکہ طور پر علاج کے ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ دنیاوی قانون کو بھی اگر دیکھیں مثلاً قدرتی آفات ہیں، سیلاب ہے تو کوئی زمیندار اپنی زمین کو بند باندھ کر سیلاب سے نہیں بچا سکتا۔ بند باندھنا، اس کی منصوبہ بندی کرنا یہ حکومت کا کام ہے۔ مشترکہ کوشش حکومت کی طرف سے ہوتی ہے۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 13 صفحہ 76-75)

حکومت نام ہے لوگوں کے جمع ہونے کا اور جہاں حکومتیں ہی نکمی ہوں وہاں پوری قوم کو نقصان ہوتا ہے۔ جیسا کہ پاکستان میں گزشتہ دنوں جب گرمیوں میں سیلاب آیا تو اس میں ہم نے دیکھا اور ہمیشہ دیکھتے ہیں۔ بعض قدرتی آفات سے بچا جا سکتا ہے بیشک قدرتی آفات ایسی ہیں کہ جب آئیں تو ان سے بچنا مشکل ہے لیکن ایسی بھی ہیں جن سے بچا جا سکتا ہے۔ بعض آفات کے آنے سے پہلے ان سے ہوشیار کرنے کے سامان ہو جاتے ہیں لیکن انسان اپنی لاپرواہی کی وجہ سے توجہ نہیں دیتا اور نقصان اٹھاتا ہے۔ بہرحال اگر قوم کو یا حکومت کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ رہے تو نقصان کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور یہ عموماً دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔

پس قومی احساس اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ اس بارے میں جماعت احمدیہ کے حوالے سے حضرت مصلح موعود نے توجہ دلاتے ہوئے کہ ہمیں ان قومی بدیوں کو کس طرح دیکھنا چاہئے اور ان پر کس طرح غور کرنا چاہئے یہ فرمایا کہ اگر جماعت بعض پہلوؤں سے اس پر غور کرے اور اس کا علاج کرے تو فائدہ ہو سکتا ہے۔ اس کے مختلف ذرائع ہیں، کیونکہ یہ ذرائع جو ہیں وہ قومی امراض کی تشخیص کر سکتے ہیں اور جب تشخیص ہو جائے تو پھر یہ علاج بھی ہو سکتا ہے۔ پہلا ذریعہ وہ تعلیمات ہیں جو کسی قوم میں جاری ہوں اور جن پر عمل کرنا ہر شخص اپنا فرض سمجھتا ہو۔ اگر وہ بری باتیں ہیں یا اس تعلیم کے بدنتائج ہیں یا اس تعلیم سے بدنتائج نکل سکتے ہوں جیسا کہ بعض مذاہب میں ہیں تو اس کی وجہ سے پھر اس میں برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یا بدعات پیدا ہوتی ہیں اور ان کی وجہ سے پھر برائیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر کسی مذہب میں غلط عقائد اور باتیں ہیں تو اس سے ہر وہ شخص متاثر ہوگا جو بھی اس مذہب کو ماننے والا ہے اور تمدّنی اور معاشرتی زندگی میں بھی اس سے برے نتائج پیدا ہوں گے۔ صرف مذہبی طور پر نہیں بلکہ معاشرتی زندگی میں بھی، تمدّنی زندگی میں بھی برے نتائج پیدا ہوں گے۔ لیکن ہم جو مسلمان ہیں قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتے ہیں اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس تعلیم میں کوئی نقص نہیں اور اس کے برے نتائج کبھی نہیں نکل سکتے یا یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اس سے کوئی بدی پیدا ہو کیونکہ تعلیم بے عیب ہے اس لئے ظاہر ہے برا نتیجہ نکل نہیں سکتا۔ پس مسلمانوں نے یہ سوچ لیا کہ برائی آ ہی نہیں سکتی لیکن کیا سب مسلمان برائیوں سے پاک ہیں؟ جب ہم اپنے ماحول کا جائزہ لیتے ہیں۔ مسلمانوں کی عمومی حالت دیکھتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ اکثریت تو برائیوں میں مبتلا ہے۔

پس اس بات پر غور کرنے کی ضرورت ہے کہ قرآن میں تو کوئی نقص نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے خود اس میں یہ اعلان فرما دیا کہ اس میں کوئی نقص نہیں ہے۔ کامل اور مکمل شریعت ہے۔ اگر قرآن کریم کی بیشمار پیشگوئیاں اور باتیں پوری ہوئی ہیں اور ہم دیکھتے ہیں کہ پوری ہو رہی ہیں تو اللہ تعالیٰ کا یہ اعلان بھی یقیناً سچا ہے کہ قرآن کریم کی تعلیم ہر عیب سے پاک ہے اور کامل اور مکمل تعلیم ہے۔ پس اس بات کو ہم یقیناً سچا سمجھتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ پھر کمی کہاں ہے۔ اس کا جواب یہی ہونا چاہئے کہ پھر اس کے سمجھنے میں غلطی ہے۔ اس پر عمل میں غلطی ہے۔ پس اگر قرآن کریم میں کوئی نقص نہیں ہے تو یقیناً ہمارے سمجھنے اور عمل کرنے میں غلطی ہے اور یقیناً قرآن کریم میں نقص نہیں ہے تو پھر اس کے معنی سمجھنے میں غلطی کی وجہ سے قوم متاثر ہوئی ہے۔ یہ غلطیاں قوم کے پہلے علماء کے قرآن کریم کو غلط سمجھنے کی وجہ سے ہو سکتی ہیں اور موجودہ علماء کے غلط سمجھنے کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہیں۔ بہرحال نتیجہ ظاہر ہے جو ہمیں نظر آ رہا ہے۔ اب علماء یا مفسرین بیشک اپنے نظریات رکھتے تھے یا رکھتے ہیں اور یہ انفرادی نظریات ہیں لیکن قوم یہ نہیں کہتی کہ علماء کے ذاتی نظریات ہیں قوم ان علماء کی طرف دیکھتی ہے۔ اس لئے ان کے پیچھے چلنے والے غلط نظریات کی وجہ سے یا تفسیروں کے نہ سمجھنے کی وجہ سے اعلیٰ تعلیم کے باوجود فائدہ اٹھانے والے نہیں بن سکے بلکہ نقصان اٹھا رہے ہیں اور اس وجہ سے قوم میں برائیاں پیدا ہو گئیں۔ بعض غلط نظریات رواج پا گئے جن کا اسلام کی تعلیم سے واسطہ ہی نہیں ہے۔ ماحول کا اثر ہو گیا۔ دوسرے مذاہب کا اثر ہو گیا۔ تمدن کا اثر ہو گیا جس کو غلط رنگ میں مذہب کا حصہ سمجھ لیا گیا۔ تو بہرحال نقائص پیدا ہوئے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت میں شامل ہیں اور ان پرانی روایات یا حکمت سے عاری روایات یا تفاسیر کا ہم پر اثر نہیں ہو سکتا اور نہیں ہونا چاہئے لیکن پھر بھی ہم پورے طور پر محفوظ اس لئے نہیں کہ اپنے نظریات کو رکھنے والے لوگ جماعت میں شامل ہوتے ہیں جو بعض

THOMPSON & CO SOLICITORS
New Office in Morden

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality, Conveyancing, Personal Injury, Family & Ancillary Proceedings, Wills & Probate, Criminal Litigation.

Contact: Anas A.Khan, John Thompson, Naeem Khan, David Brocklesby (Member of Family Law Panel) **& David Wilson.**

Head Office: 1st floor 48 Tooting High Street London SW17 0RG Tel: 020 8767 5005
Branch Office: 14-16 Mitcham Road, SW17 9NA Tel: 020 8682 4040
Morden Branch: 164 Kenley Road - Morden SW19 3DL Tel: 020 8545 0697
Mobile: 07702896350 -- 24hrs Crime Line: 07533667921

مواقع پر بعض معاملات میں شکوک وشبہات میں پڑ جاتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ اس بات کی اس طرح بھی تشریح کرنے میں کوئی حرج نہیں اور بعض دفعہ بعض نئے آنے والے علماء ہی اپنی سوچ کے مطابق تفسیر کر دیتے ہیں کوکہ منع نہیں ہے، ہونی چاہئے لیکن اس کے لئے کچھ اصول ہیں۔ بہرحال اس غلطی کی وجہ سے پھر ایک غلط نظریہ پیدا ہو سکتا ہے، اس لئے اس برائی سے بچنے کے لئے علماء کو بھی خلافت اور جماعتی نظام کے تحت ہی اپنے نظریات کا اظہار کرنا چاہئے۔ بیشک ہم غلط نظریات سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے عمومی طور پر پاک ہیں لیکن اپنے آپ کو غلطیوں سے پاک رکھنے کی ضرورت مستقل طور پر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ہم غیر احمدیوں کی غلطیوں پر ہمیشہ نظر رکھیں کیونکہ نظر رکھ کر ہی ہم اپنے اندر ان غلطیوں کو داخل ہونے سے روک سکتے ہیں اور قومی نقائص سے بچ سکتے ہیں۔

پھر اس چیز پر بھی ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہمارے اردگرد جو دوسرے مذاہب یا کسی بھی طرح کے لوگ بستے ہیں چاہے کسی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے، کسی مذہب پر یقین رکھتے ہیں یا نہیں رکھتے، خدا کو مانتے ہیں یا نہیں مانتے اُن میں کون کون سے قومی نقائص ہیں۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 13 صفحہ 77-76)

اس دائرے کو ساتھ کے ملکوں کے قومی نقائص تک بھی وسعت دینی چاہئے بلکہ اب تو دنیا اس قدر قریب ہوگئی ہے کہ تمام دنیا کے رہنے والے ایک دوسرے کی ہمسائیگی کی شکل اختیار کر گئے ہیں۔ یعنی وہ فاصلوں کی دُوری رہی نہیں اور پھر اس کے علاوہ میڈیا نے بھی دُوریاں ختم کر دی ہیں۔ ان کی خوبیاں اور خامیاں سب ہمیں نظر آ جاتی ہیں اور ہمسایہ ملکوں کے اثر ایک دوسرے پر پڑتے رہتے ہیں۔ بچے جس ماحول میں رہتے ہیں اس ماحول کے ہمسایوں کا اثر بھی ان بچوں پر ہو رہا ہوتا ہے۔ ماں باپ چاہے بچوں کو سکھاتے رہیں لیکن جہاں بھی کمزوری ہوتی ہے اس سکھانے کے باوجود بھی ماحول کا اثر ہو جاتا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ بچوں نے زیادہ وقت سکول میں اور اپنے دوسرے دوستوں کے ساتھ کھیلنے میں گزارنا ہے یا گھروں میں خود ہی اس زمانے میں ایسے دوست مل جاتے ہیں جو ٹی وی کے ذریعے سے داخل ہو گئے ہیں جو بچوں اور بڑوں سب پر یکساں اثر انداز ہو رہے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بچے ماں باپ کی بات سننا نہیں چاہتے اور ماں باپ اپنی مصروفیات کی وجہ سے یا اور وجوہات کی وجہ سے خود بھی بچوں سے فاصلے پیدا کرتے چلے جا رہے ہیں اور پھر ایسے بھی ہیں جو گھروں میں ان ذریعوں سے ٹی وی وغیرہ کے ذریعہ سے خود ہی اپنے ماحول کو خراب کر رہے ہیں اور پھر بہرحال نتیجہ اس کا یہ نکلتا ہے اور نکل رہا ہے کہ ماں باپ بچوں پر ظلم کرنے لگ جاتے ہیں اور بچے ماں باپ کی عزت و احترام نہیں کرتے۔ کہہ دیتے ہیں کہ اس ماحول میں ایسے ہی رہنا ہے اگر یہاں آئے ہو تو اس طرح گزارا کرنا پڑے گا۔ اور یہ پھر فردی برائیاں نہیں رہتیں۔ یہ قومی برائیاں بنتی چلی جا رہی ہیں۔ گھر برباد ہو رہے ہیں۔ ماں باپ بچوں کا روحانی قتل بھی کر رہے ہیں اور جسمانی قتل بھی کر رہے ہیں۔ مغربی معاشرہ تو آزادی کے نام پر ایک تباہی کی طرف جا ہی رہا ہے اور یہ قومی بدی ہے لیکن اس کی لپیٹ میں بعض احمدی بھی آ رہے ہیں۔ اس سے پہلے کہ یہ قومی برائی بنے اور وسیع طور پر پھیل جائے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کے بعد ہم پھر جہالت میں واپس چلے جائیں ہمیں قوم کی حیثیت سے ان باتوں سے بچنے کے لئے کوشش کو تیز تر کرنے کی ضرورت ہے۔

پس جماعت احمدیہ کے نظام کے تمام حصے اس بات پر غور کرنے کے لئے سر جوڑیں۔ منصوبہ بندی کریں۔ اور اگر کوئی بھی برائی ہے تو اس سے پہلے کہ خدانہ کرے ہم میں بحیثیت قوم مغربی ملکوں کی بیماریاں داخل ہو جائیں اس کا ابھی سے خاتمہ کرنے کی کوشش کریں۔ ہم نے دنیا کے علاج کا بیڑا اٹھایا ہے۔ ہم نے یہ وعدہ کیا ہے، یہ اعلان کیا ہے کہ ہم دنیا کا علاج کریں گے۔ اگر علاج کرنے والے ہی مریض بن گئے تو دنیا سے فردی اور قومی برائیاں اور بدیاں کون دور کرے گا؟

پھر اس بات کو بھی سامنے رکھ کر غور کرنا چاہئے کہ کسی قوم میں اپنے مخصوص حالات کی وجہ سے بعض نیکیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں اور بعض کمزوریاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ اس کی مثال حضرت مصلح موعود نے یہ دی ہے کہ ہماری جماعت اللہ کے فضل سے ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ دُور دُور کے لوگوں کے دلوں کو فتح کر رہا ہے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی وسعت مل چکی ہے۔ اور ساتھ ہی ہماری جماعت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ کبھی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے کیونکہ غیر احمدی امام نے اُس امام کو نہیں مانا جس کو خدا تعالیٰ نے زمانے کا امام بنا کر بھیجا ہے اور نہ صرف مانا ہی نہیں بلکہ انتہائی غلیظ زبان بھی استعمال کرتے ہیں۔ پس ہم خدا کے مقرر کردہ امام پر بندوں کے مقرر کردہ امام کو ترجیح نہیں دے سکتے۔ اس لئے ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ اب عموماً تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کے سینٹر بھی ہیں اور مساجد بھی ہیں جہاں احمدی باجماعت نماز پڑھ سکتے ہیں یا پڑھتے ہیں لیکن ابھی بعض علاقے ایسے بھی ہیں جہاں ایک ایک دو دو گھر احمدیوں کے ہیں۔ اس لئے وہ گھروں میں نماز پڑھ لیتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ اکٹھے ہو کر نماز پڑھیں، ہر ایک اپنی اپنی نماز پڑھ رہا ہوتا ہے۔ اس طرف میں نے پہلے بھی توجہ دلائی تھی کہ گھروں میں بھی باجماعت نماز ادا کر لیا کریں تو کوئی حرج نہیں۔ یا بعض اس بات پر کہ مصروفیت ہے اپنی نماز علیحدہ پڑھ لیتے ہیں۔ بعض کام کی مصروفیت کی وجہ سے نمازیں جمع کر لیتے ہیں تو یہ ساری وجوہات اس لئے ہیں کہ مسجد جانے کی طرف توجہ نہیں یا بعض علاقوں میں مسجد قریب نہیں اور قریب کی جو غیر احمدیوں کی مسجد ہے اس میں ہمیں جانے کی اجازت نہیں یا بعض اور دوسری وجوہات ہیں۔ اس کی وجہ سے نماز تو بہرحال پڑھ ہی لیتے ہیں لیکن گھر میں پڑھتے ہیں اور نماز باجماعت کی طرف عموماً توجہ نہیں ہے یا یہ بھی ہے کہ نمازیں جمع کرنے کی طرف بلا وجہ زیادہ توجہ ہو گئی ہے۔ باوجود توجہ دلانے کے، بار بار کی تلقین کے باجماعت نماز کے لئے ایک بڑی تعداد کو ذوق وشوق نہیں ہے گویا یہ ایک قومی بیماری بن رہی ہے۔ اس لئے اس کے علاج کی بہت زیادہ شدت سے ضرورت ہے۔ یہ فردی نقص نہیں ہے کہ فلاں شخص مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے نہیں آیا۔ جس طرح عدم توجہی کا اظہار ہو رہا ہے یہ چیز قومی بیماری اور نقص کی شکل اختیار کر گئی ہے۔ حالات کی وجہ سے سہولت نے نماز باجماعت کی اہمیت کو کم کر دیا ہے۔ بیشک احمدی نمازیں گھروں میں پڑھتے ہیں اور ان میں ایسے بھی ہیں، بہت سے ایسے ہیں جو بڑے گریہ وزاری سے گڑگڑا کر نمازیں پڑھتے ہیں جبکہ دوسرے مسلمانوں کی اکثریت ایسی توجہ سے شاید نماز نہ پڑھتے ہوں لیکن پھر بھی وہ جو نمازیں پڑھنے والے ہیں چاہے ظاہرداری کے لئے سہی مسجد میں جا کر نماز ضرور پڑھتے ہیں۔ (ماخوذ از خطبات محمود جلد 13 صفحہ 79-78)

اور اب تو پاکستان سے بھی یہی خبریں آتی ہیں کہ غیر احمدیوں میں مسجد جانے کا رجحان بہت زیادہ بڑھ گیا ہے۔ جہاں یہ تو نہیں پتا کہ نمازیں توجہ سے پڑھتے ہیں کہ نہیں لیکن جاتے ضرور ہیں اور پھر وہاں جماعت کے خلاف غلط اور بیہودہ باتیں بھی سنتے ہیں۔ ان کی وجہ سے ان میں نفرتیں بھی پیدا ہو رہی ہیں۔ تو برائیاں تو بہرحال ان میں پیدا ہو رہی ہیں لیکن ایک چیز ہے کہ مسجد میں جاتے ہیں۔ ہم نے مسجد میں اگر جانا ہے تو برائیوں کو دور کرنے کے لئے جانا ہے۔ اس لئے ہمارے جانے میں اور ان کے جانے میں بہت فرق ہے۔ لیکن ان کو اس طرف توجہ ہو چکی ہے اور ہماری اس طرف توجہ میں بہت کمی ہے۔

پس ہمیں اس طرف توجہ دینی چاہئے کہ مسجدوں کو آباد تو حقیقی مومنوں نے کرنا ہے اور حقیقی مومن وہی ہیں جنہوں نے زمانے کے امام کو مانا ہے، نہ کہ عبادت کے نام پر فتنہ وفساد کرنے والوں نے۔ من حیث القوم مسجد میں جا کر نماز نہ پڑھنے یا نمازیں جمع کرنے کا نقص مزید بڑھنے کا خطرہ اور امکان اس وقت بڑھ جاتا ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بچوں کے ذہنوں میں اس کی اہمیت کم ہوتی جا رہی ہے اور بعض بچے اپنے ماں باپ کی حالت دیکھ کر یہ کہنے بھی لگ گئے ہیں کہ دن میں تین نمازیں ہوتی ہیں۔ جب کہو کہ پانچ ہوتی ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے تو اپنے ماں باپ کو تین نمازیں ہی پڑھتے دیکھا ہے۔ پس اس بارے میں ہر جگہ غور اور منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ نہیں تو اگلی نسل میں یہ قومی بدی بن جائے گی۔ اپنے ماحول پر نظر ڈال کر جیسا کہ مَیں نے کہا ہمیں وسیع تر منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہے۔ آج دنیا کی جو حالت ہے کہ خدا سے اور دین سے دُور ہٹ رہے ہیں اگر ہم نے شدت کے ساتھ کوشش نہ کی تو مختلف قسم کی بدیاں ہمارے اندر داخل ہونا شروع ہو جائیں گی۔ ایک بدی کے بعد پھر دوسری بدی بھی آتی ہے۔ نام کا دین رہ جائے گا۔ روح نہیں رہے گی۔ اگر کسی علاقے میں کوئی وبا پھوٹے، کوئی بیماری کی صورت ہو تو ہم فوراً فکرمند ہو جاتے ہیں اور اس کے حفظ ماتقدم کے طور پر احتیاطی تدابیر شروع کر دیتے ہیں تو اس معاشرے میں رہتے ہوئے روحانی بیماریوں کے خطرے کو دُور کرنے کے لئے ہمیں کس قدر کوشش کرنی چاہئے۔ بلکہ جیسا کہ مَیں نے کہا اب تو دنیا ایک ہو گئی ہے اور بدیوں اور برائیوں کی متعدی مرض کے دور کرنے کے لئے تو پھر اور بھی زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔ جو حفظ ماتقدم کرتے ہیں، علاج کراتے ہیں، بچاؤ کے ٹیکے لگواتے ہیں وہ ظاہری بیماریوں سے دوسروں کی نسبت زیادہ محفوظ رہتے ہیں۔

پس اپنے آپ کو روحانی بیماریوں سے محفوظ رکھنے کے لئے جیسا کہ میں نے کہا ہر سطح پر قومی سوچ کے ساتھ حفظ ماتقدم کی ضرورت ہے۔ ان غلط عقائد اور عملوں کی تبدیلی کی وجہ سے جو علماء نے اُمّت میں پیدا کر دیئے مسلمانوں کا ایک بہت بڑا حصہ باوجود کامل تعلیم کے گمراہ ہو گیا ہے۔ اب ہمیں اپنی اصلاح کے بعد مستقل طور پر گمراہی سے بچنے کے لئے بہت زیادہ کوشش کی ضرورت ہے۔ چند مثالیں میں نے دی ہیں۔ ہمیں غور کرتے رہنا چاہئے کہ کہاں کہاں دوسرے مسلمانوں میں نقائص پیدا ہوئے اور وہ گمراہ ہوئے اور ہم نے کس طرح ان سے بچنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان کر پھر آپ کی تعلیم کو جاننا اور اس پر عمل کرنا بھی بہت ضروری ہے۔ حالات کے ساتھ اپنے آپ کو اس دھارے میں بہانے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ حالات کو اپنی تعلیم کے مطابق ڈھالنا ہمارا کام ہے۔

خلافت کے ساتھ تعلق مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اس زمانے میں ایم ٹی اے اور جماعت کی ویب سائٹ بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں مہیا فرمائی ہیں ان سے منسلک رہنا بھی بہت ضروری ہے بجائے اس کے کہ اُوٹ پٹانگ چیزیں دیکھیں کہ اس ذریعہ سے حقیقی قرآنی تعلیم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علم و عرفان کا ہمیں پتا چلتا ہے۔ ان ذریعوں سے ہی حقیقی اسلامی تعلیم ہمیں ملتی ہے۔ پس اس کے ساتھ ہمیں جڑے رہنے کی ضرورت ہے۔ یہ بات ہمیں یاد رکھنی چاہئے کہ مسلمانوں کو قرآن کریم جیسی کتاب ملی جیسا

کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے لیکن پھر بھی ان میں ایسی غلطیاں پیدا ہو گئیں جن کی وجہ سے ان میں مخصوص امراض کا پیدا ہو جانا لازمی تھا۔ چنانچہ جو سب سے بڑی بات ان میں قومی بدی پیدا کرنے کا باعث بنی وہ مسلمانوں کا یہ یقین تھا کہ قرآن کریم نہایت مکمل کتاب ہے اور اس میں تمام باتوں کا ذکر موجود ہے اور اوّل سے آخر تک انسانوں کی ہدایت کا موجب ہے۔ پس ان باتوں سے بظاہر تو یہ لگتا ہے کہ قرآن کریم کی خوبی کو عیب بتایا جا رہا ہے۔ کیونکہ اس کے باوجود مسلمانوں میں غلط اثر قائم ہوا۔ مگر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ دراصل یہ ہے تو خوبی مگر اس کو غلط طور پر سمجھنے کی وجہ سے مسلمانوں میں بہت بڑا عیب پیدا ہو گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ قرآن کریم مکمل کتاب ہے اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ یہ قیامت تک کے لئے ہدایات نامہ ہے جس میں تمام اعلیٰ تعلیمیں جمع کر دی گئی ہیں مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ جو انسانی دماغ کا خالق ہے وہ یہ بھی جانتا تھا کہ دماغ کی یہ خاصیت ہے کہ اگر اسے سوچنے کی عادت نہ ڈالی جائے تو یہ مردہ ہو جاتا ہے اور اس میں ترقی کرنے والی کیفیت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے گو قرآن کو اس نے کامل بنایا مگر ہر حکم جو اس نے دیا اس کا ایک حصہ انسان کے دماغ کے لئے چھوڑ دیا۔ کچھ اصول بنائے جو واضح اور ظاہری ہیں اور کچھ ایسی باتیں ہیں جن پر غور کرنے کی ضرورت ہے تا کہ انسان خود تلاش کرے تا کہ انسان کا دماغ ناکارہ نہ ہو جائے۔ اس لئے قرآن کریم ایسے الفاظ اور عبارت میں نازل کیا گیا ہے کہ ان پر غور کر کے معارف پر اطلاع ہوتی ہے، اس کی گہرائی کا پتا چلتا ہے ورنہ اگر سب کو یکساں فائدہ پہنچانا مدّنظر ہوتا تو قرآن کریم میں یہ مضمون ایسا کھلا کھلا ہوتا کہ ہر شخص خواہ غور کرتا یا نہ کرتا ان مضامین سے آگاہ ہو جاتا۔ اس سے الٰہی منشاء یہی ہے کہ انسانی دماغ معطّل اور بیکار نہ ہو اور اس کے نہ سوچنے کی وجہ سے نشوونما رک نہ جائے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 13 صفحہ 80)

لیکن یہ بھی واضح ہو کہ اس کے کچھ اصول وضوابط ہیں جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا ہے اور اس زمانے میں ان کی رہنمائی کے لئے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہت سے اصول بتا دیئے ہیں، خود واضح تفسیر کر کے بتا دی ہے جن کو ہمیں سامنے رکھنا چاہئے اور اس کے مطابق قرآن کریم میں سے نئے نئے نکات تلاش کرنے چاہئیں۔ دوسرے مسلمانوں کی طرح اگر صرف پرانی تفسیروں سے ہم چمٹے رہیں تو وہ معارف اور راستے بھی نہیں کھلیں گے جن کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رہنمائی فرمائی ہے۔ آجکل تو غیر احمدیوں میں بھی جو مفسّر بنتے ہیں، بڑے ڈاکٹر ہیں، علماء ہیں وہ بھی جماعتی لٹریچر اور تفسیریں پڑھ کر اپنے درس دیتے ہیں بلکہ بعض ایسے بھی علماء ہیں جو تفسیر کبیر پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ بہرحال قرآن کریم ایک کامل اور مکمل کتاب ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں اس میں سب کچھ ہے۔ لیکن اس کو پڑھ کر غور کرنے والے اور اس کی تعلیم کے مطابق عمل کرنے والے کو ہی ہدایت نصیب ہوتی ہے۔ صرف ایک بات کو لے کر یہ کہہ دینا کہ ہدایت مل گئی یہ کافی نہیں ہے بلکہ ہر بات پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس سے قومی اور فردی برائیوں اور خوبیوں کا پتا چلتا ہے۔ اس کتاب میں اللہ تعالیٰ نے آخرین کی تعلیم کے لئے اور ان کی سوچوں کو وسیع کرنے اور روشنی دکھانے اور قرآن کریم کو سمجھنے کے لئے اپنا ایک فرستادہ بھیجنے کا بھی اعلان فرمایا۔ لیکن جو غور کرنے والے نہیں، علماء کہلا کر بھی جاہل ہیں اور خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کے انکاری ہیں۔ وہ اس وجہ سے قرآن کریم کے علوم کی وسعت سے محروم ہیں اور جہالت میں ڈوب کر اسلام کی غلط تشریح کر کے اسلام کی خوبیاں دکھانے کی بجائے اسے بدنام کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ پس ان مسلمانوں کے یہ عمل ہمیں مزید اس طرف غور کرنے والے اور متوجہ کرنے والے ہونے چاہئیں کہ ہم صرف ظاہر پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ اسلام کی تعلیم کی روح کو سمجھتے ہوئے ہر برائی کو قومی برائی بننے سے پہلے دور کرنے والے ہوں اور ہر نیکی کو قومی نیکی بنا کر پوری جماعت میں اس کو رائج اور لاگو کرنے والے ہوں۔ ہمیشہ ایسا ماحول میسر رکھنے والے ہوں اور اس کو آگے اپنی نسلوں میں منتقل کرنے والے ہوں جس سے بدیاں نہ پھیلیں بلکہ خوبیاں اور نیکیاں پیدا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آج نماز کے بعد میں دو حاضر جنازے پڑھاؤں گا اور دو جنازہ غائب ہوں گے۔

حاضر جنازوں میں سے مکرمہ رضیہ مسرت خان صاحبہ اہلیہ مکرم عبداللطیف خان صاحب (ہونسلو) کا جنازہ ہے۔ لطیف خان صاحب سیکرٹری رشتہ ناطہ ہیں۔ 11رفروری 2015ء کو اناسی سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ آپ حضرت محمد ظہور خان صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بہو اور صوبیدار کرم بخش صاحب کی بیٹی تھیں۔ 1962ء میں انگلستان آئیں۔ 1975ء میں دو سال صدر لجنہ ہونسلو اور پھر لمبا عرصہ ہونسلو میں لجنہ کی سیکرٹری ضیافت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ مہمانوں کے علاوہ جماعتی پروگرام کے مواقع پر اپنی ٹیم کے ہمراہ نہایت خوشدلی سے مہمان نوازی کیا کرتی تھیں۔ ہونسلو میں احمدی بچے بچیوں کے علاوہ غیر از جماعت احباب کے بچوں کو بھی قرآن کریم ناظرہ پڑھانے کی توفیق پائی۔ آپ انتہائی خوش اخلاق، ملنسار، مہمان نواز، نیک مخلص خاتون تھیں۔ خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق تھا۔ بچوں کی اچھی تربیت کی۔ کسی نہ کسی رنگ میں آپ کے بچے دین کی خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ آپ کے شوہر کے علاوہ دو بیٹیاں اور چار بیٹے آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے ظہیر خان صاحب صدر جماعت ہونسلو ہیں اور نائب افسر جلسہ گاہ کی حیثیت سے بھی کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ عزیزم عامر شیراز صاحب ابن مکرم شاہد محمود صاحب (مورڈن ساؤتھ) کا ہے۔ 12رفروری 2015ء کو بعارضہ کینسر 29 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مستری حسن دین صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرحوم ان کے پڑدادا اور حکیم جلال الدین صاحب رضی اللہ عنہ ان کے والد کے پڑنانا تھے۔ اپنے حلقے میں خدمت کے علاوہ جلسہ سالانہ پر خدمت خلق کی اور سیکورٹی کی ڈیوٹی بڑے شوق سے دیا کرتے تھے۔ بڑے خوش اخلاق، ملنسار اور مخلص نوجوان تھے۔ پسماندگان میں والدین کے علاوہ اہلیہ اور اڑھائی سالہ بچی یادگار چھوڑی ہیں۔ عزیز مرحوم کو کینسر تھا اور بڑا لمبا عرصہ بڑی تکلیف دِہ بیماری کو انہوں نے بڑے ہنستے ہوئے گزارا ہے۔ میرے پاس بھی انتہائی بیماری کی حالت میں آئے۔ جب بھی آتے تھے تو مسکرا رہے ہوتے تھے۔ بہت پیارے بچے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت اور پیار کا سلوک فرمائے۔ اپنی رحمت کی چادر میں ڈھانپ لے۔ ان کی بیوی اور بیٹی کو بھی اپنی حفظ وامان میں رکھے اور صبر عطا فرمائے۔ ان کے والدین کو بھی صبر و حوصلہ عطا فرمائے۔

جنازہ غائب میں پہلے مکرم الحاج رشید احمد صاحب کا جنازہ ہے جن کی وفات ملواکی امریکہ میں 7رفروری 2015ء کو ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ ان کی عمر وفات کے وقت 91 سال تھی۔ مرحوم امریکہ کے شہر سینٹ لوئس میں 1923ء میں پیدا ہوئے۔ 1947ء میں بیعت کر کے اسلام احمدیت میں داخل ہوئے۔ بیعت کرنے کے دو سال بعد 1949ء میں دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے ربوہ چلے گئے جہاں خود حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کا ریلوے سٹیشن جا کر استقبال کیا۔ انہوں نے جامعہ احمدیہ میں پانچ سال تعلیم حاصل کی پھر باقاعدہ مبلغ بنے۔ پاکستان میں قیام کے دوران اردو اور پنجابی زبان پر عبور حاصل کیا۔ امریکہ سے سب سے پہلے جامعہ احمدیہ میں بطور طالبعلم داخل ہونے کا اعزاز حاصل ہوا۔ اسی طرح ربوہ میں پانچ سال قیام کے دوران آپ کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خاص رفاقت بھی نصیب ہوئی۔ حضور رضی اللہ عنہ نے آپ کا رشتہ مبلغ احمدیت حاجی ابراہیم خلیل صاحب کی صاحبزادی مکرمہ سارہ قدسیہ صاحبہ سے کروا دیا جن کے بطن سے آپ کے ہاں تین بچے ہوئے۔ ایک بیٹے کی وفات ہو چکی ہے۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی آپ کی اس پہلی شادی سے حیات ہیں۔ امریکہ میں رہتے ہیں۔ 1955ء میں جامعہ احمدیہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ کو امریکہ میں بطور مبلغ بھجوایا گیا۔ حضرت مصلح موعود نے آپ کی ربوہ سے روانگی کے وقت اپنے دست مبارک سے آپ کو ایک نصیحت فرمائی اور ایک پگڑی کا کلاہ جس میں حضرت مسیح موعودؑ کے کپڑے کا ایک ٹکڑا سلا ہوا تھا آپ کو بطور تحفہ عطا فرمایا جو ابھی تک آپ کے پاس موجود تھا۔ اب آپ کے بچوں کے پاس ہے۔ جماعت احمدیہ امریکہ کے سب سے پہلے مقامی امریکن مشنری تھے۔ آپ نے امریکہ میں شکاگو، سینٹ لوئس اور دوسرے شہروں میں بطور مشنری کے علاوہ امیر جماعت امریکہ کی حیثیت سے بھی خدمات سرانجام دیں۔ اس کے علاوہ آپ ایک لمبا عرصہ صدر ملواکی جماعت اور مختلف مرکزی عہدوں پر خدمت کی توفیق پاتے رہے۔ دوسری شادی آپ کی سینٹ لوئس کے سابق صدر جماعت مکرم خالد عثمان صاحب کی بیٹی عزیزہ احمد سے ہوئی جن سے آپ کے دو بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ آپ کو تبلیغ کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔ آپ کے دور صدارت میں جماعت ملواکی کی امریکن احمدیوں پر مشتمل ایک بڑی جماعت کی بنیاد پڑی جو امریکہ کی

RASHID & RASHID
Solicitors , Advocates
Immigration Specialists
Commissioners of Oaths
Rashid A. Khan
Solicitor (Principal)
•Asylum & Immigration
•New Point Based System
•Settlement Applications (ILR)
•Post Study Work Visa
•Nationality & Travel Documents
•Human Rights Applications
•High Court of Appeals
قانونی مشاورت برائے اسائلم
•Switching Visas
•Over Stayers
•Legacy Cases
•Work Permits
•Visa Extensions
•Judicial Reviews
•Tribunal Appeals
HEAD OFFICE
190 Merton High Street , Wimbledon,London, SW19 1AX
(1 minute from South Wimbledon Tube Station)
Tel: 02085 401 666, Fax: 02085 430 534
BRANCH OFFICE
21-23 Tooting High Street , Tooting , London SW17 0SN
(1 minute from Tooting Broadway tube station)
24 Hours Emergency No:
07878 33 5000 / 0777 4222 062
Same Day Visa Service
Email: law786@live.com
RASHID & RASHID LAW FIRM (SOLICITORS)

دوسری جماعتوں کے مقابل پر اکثریت میں ہے۔ 1998ء میں انہیں حج کی سعادت حاصل ہوئی۔ ملوا کی میں جماعت کے علاوہ دیگر مذاہب کے لوگوں میں بھی مقبول تھے۔ 20 سال سے ٹی وی کے ایک پروگرام، اسلام لائیو، پر باقاعدہ آ رہے تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک جماعت کے ہفتہ وار تبلیغی سٹال پر باقاعدگی سے جانا اختیار کئے رکھا۔ وفات سے قبل جب تک ہوش میں تھے آپ نرسوں کو بھی تبلیغ احمدیت کرتے رہے۔ 86-1985ء میں انہوں نے شہر کی مشہور یونیورسٹی ''یونیورسٹی آف وسکانسن (University of Wisconsin) میں عام مسلمانوں کے لئے ایک بڑے جلسے کا اہتمام کیا۔ موصوف نے یونیورسٹی آف وسکانسن کے نوجوانوں کے ساتھ بھی رابطہ رکھا ہوا تھا۔ باقاعدگی سے کیمپس میں تقاریر کیا کرتے تھے۔ ہزاروں کی تعداد میں طلباء کو اسلام کی پُرامن تعلیم سے آگاہ کیا۔ مرحوم باقاعدگی سے متعدد لوکل اور سٹیٹ لیڈرز کے ساتھ بھی رابطہ رکھتے تھے۔ اتوار کے روز عام لوگوں کے لئے میٹنگ رکھتے جن میں احمدی احباب کے علاوہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے دوسرے احباب بھی آتے اور ان کی باتوں سے مستفیض ہوتے۔ دوستوں کے اظہار پر اور مرکز کی اجازت سے آپ نے اپنی یادداشتوں کو جن میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رفاقت خاص میں پاکستان کے مختلف مقامات کے سفروں پر جانے اور سوال وجواب کی مجالس میں بیٹھنے اور باقاعدہ طور پر نوٹ بک میں نوٹس کو درج کرنا شامل تھا اس کو کتابی صورت میں طبع کروانا تھا۔ اس غرض کے لئے کئی سالوں کی محنت کے بعد یہ کتاب تیار ہوئی اور اب مرکز کی منظوری سے شائع ہونے والی ہے۔

مربی سلسلہ ملک فاران ربّانی لکھتے ہیں کہ نو ماہ قبل بطور مبلغ یہاں میری آپ سے پہلی ملاقات ہوئی۔ میری عمر کم ہونے کے باوجود آپ نہایت محبت سے ملے۔ پھر جب میں نے آپ سے جماعت ملوا کی میں بعض پروگراموں کے متعلق مشورہ کرنا چاہا تو اردو میں مجھے مخاطب ہو کر کہا ''مولانا صاحب! آپ خلیفہ وقت کے نمائندے ہیں آپ جو کہیں گے ہم نے صرف اطاعت کرنی ہے'' اور بڑا اطاعت کا جذبہ ان میں تھا۔ شمشاد صاحب بھی لکھتے ہیں کہ امریکہ آیا تو ہمیشہ میں نے انہیں حضرت مصلح موعود کی باتیں سناتے ہوئے پایا۔ اپنی زندگی کو بھی انہوں نے حضرت مصلح موعود کے ارشادات کے مطابق ڈھالا ہوا تھا۔ گزشتہ جلسہ سالانہ پر ان کی تقریر بھی حضرت مصلح موعود کی یادوں کے بارے میں تھی اور یہ کہ آئندہ اور موجودہ نسلوں کو ان یادوں کے ذریعہ کیا پیغام دیں گے۔ اسلام احمدیت اور خلافت کے دفاع میں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ ہمیشہ احمدیت کی تبلیغ، دفاع اور خلافت کے لئے ایک ننگی تلوار تھے۔ آپ ہمیشہ احمدیت کی تبلیغ میں سرگرم رہتے تھے۔ بڑھاپے کی عمر میں بھی جبکہ جسم ناتواں اور نحیف تھا آپ اکیلے ہی تبلیغ کیا کرتے تھے اور مسٹر تبلیغ کے نام سے مشہور تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں کافی لوگ ان کے جنازے میں شامل ہوئے۔

اور یہ جنازہ غائب حسن عبداللہ صاحب آف ڈیٹرائٹ کا ہے۔ یہ بھی امریکن ہیں۔ 30؍جنوری 2015ء کو ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ 26؍ستمبر 1929ء کو ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا پیدائش کا نام ولیم ہنری تھا۔ 1970ء کی دہائی میں ایک احمدی برادرم مکرم وہاب صاحب جو کہ ان کے کلاس فیلو تھے ان کے ذریعے انہوں نے اسلام احمدیت قبول کرنے کی سعادت پائی۔ قبول اسلام کے بعد ان کا نام حسن عبداللہ رکھا گیا۔ مرحوم بہت خوبیوں کے مالک ایک فدائی احمدی تھے۔ قرآن کریم سے بہت محبت تھی۔ روزانہ تلاوت کرنا ان کا معمول تھا۔ بتایا کرتے تھے کہ وہ سورۃ کہف کی پہلی اور آخری دس آیات مستقل تلاوت کیا کرتے ہیں۔ نماز جمعہ باقاعدگی سے ادا کیا کرتے تھے۔ سب سے پہلے مسجد آ کر اپنی خوبصورت آواز میں اذان دیتے۔ نماز جمعہ کے لئے بہت پہلے آ کر نوافل اور تلاوت قرآن کریم کرتے۔ بہت صاف ستھرا لباس زیب تن کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ بیمار ہو گئے تو گھر جانے کی بجائے ہسپتال سے ہی سیدھے جمعہ کے لئے یہ مسجد میں آ گئے۔ ڈیٹرائٹ میں مسجد کو آگ لگ گئی تھی اور دوبارہ تعمیر کی گئی تو اس دوران انہوں نے نہایت اخلاص سے افراد جماعت کے لئے اپنا گھر پیش کئے رکھا تا کہ وہ نماز جمعہ ان کے گھر میں ادا کرتے رہیں۔ سلسلہ کی کتب و رسائل بہت شوق سے پڑھتے۔ آپ ان خاص لوگوں میں سے تھے جن کی روحوں میں سچائی کے لئے ایک تڑپ تھی اور اسی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو قبول کرنے کی توفیق پائی اور آخری لمحے تک اپنے عہد بیعت کو نبھایا۔ ان کی اہلیہ وفات پا چکی ہیں۔ بچے تو ان کے احمدی نہیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مرحومین سے مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔ ان کے درجات بلند فرمائے۔

دنیائے مذاہب

{عصر حاضر کی مذہبی دنیا میں سامنے آنے والے واقعات سے انتخاب}

طارق حیات۔ مربی سلسلہ احمدیہ

قسط نمبر 7

پہاڑوں کی طرح نظر آنے والے بحری جہاز

الہامی کتب کی عظمت اور شان وشوکت میں اضافہ کرنے والے امور میں پیش خبریاں بھی ہوا کرتی ہیں۔ اس نظر سے قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ

(سورۃ الشوریٰ، آیت:33)

ترجمہ: ''اور اس کے نشانات میں سے پہاڑوں کی طرح سمندر میں چلنے والی کشتیاں ہیں (یعنی جو بہت اونچی اونچی ہوتی ہیں)''۔

پھر فرمایا:

وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنشَآتُ فِي الْبَحْرِ كَالْأَعْلَامِ

(سورۃ الرحمٰن، آیت نمبر 25)

ترجمہ: ''اور اس کی بنائی ہوئی کشتیاں (بھی ہیں) اور (اس کے بنائے ہوئے) جہاز بھی ہیں جو سمندروں میں پہاڑوں کی طرح نظر آتے ہیں۔''

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس آیت کے ترجمہ کے بعد حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ:

''ان بلند پہاڑوں جیسے جہازوں سے مراد وہ دخانی جہاز ہیں جو ہمارے زمانہ میں نکلے ہیں۔ یہ ایک پیشگوئی تھی جو پوری ہوگئی۔ آج کل سمندری سفر کرنے والے اس پیشگوئی کی سچائی کے گواہ ہیں۔''

8 جنوری 2015ء کو بی بی سی نے معروف صحافی جسٹن پارکنسن کی دنیا کے سب سے بڑے مال بردار جہاز ''دی گلوب'' کے متعلق تیار کردہ رپورٹ جاری کی۔ اس کے مطابق دی گلوب کی لمبائی 400 میٹر (1,312 فٹ) سے زیادہ ہے۔ یہ 56.8 میٹر (188 فٹ) چوڑا، اور 73 میٹر (240 فٹ) اونچا ہے۔ اس کا مجموعی وزن 186,000 ٹن ہے جو کہ لندن کی 14,500 بسوں کے وزن کے برابر ہے۔

اس جہاز کی سب سے حیران کن بات اس کی وزن اٹھانے کی صلاحیت ہے۔ شنگھائی میں قائم چائنا شپنگ کنٹینر لائنز کے اس جہاز کو جنوبی کوریا نے بنایا ہے اور یہ 20 فٹ کے 19 ہزار سٹینڈرڈ کنٹینرز اٹھا سکتا ہے اور ایک اندازے کے مطابق اس میں 15.6 کروڑ جوتوں کے جوڑے، 30 کروڑ ٹیبلٹ کمپیوٹر اور 90 کروڑ لوبیے کے ٹین پیک آ سکتے ہیں۔

اگر ان کنٹینروں کو سروں سے جوڑ کر رکھا جائے تو یہ 72 میل (116 کلومیٹر) لمبے ہو سکتے ہیں۔

عملہ: اتنے بڑے جہاز کے لئے عملہ حیران کن حد تک محدود ہے۔ سفر کے دوران صرف 23 افراد جہاز پر موجود ہوتے ہیں جو زیادہ تر وقت برج یا پل کے علاقہ میں گزارتے ہیں جہاں جم اور سوانا جیسی عیاشی کے سامان میسر ہیں۔ تکنیکی ٹیم کچھ وقت کے لئے جا کر انجن کو دیکھ لیتی ہے اور کچھ عملہ جا کر کنٹینروں کی نگرانی کر لیتا ہے۔

عام طور پر بندرگاہ پر جہاز کی لوڈنگ اور ان لوڈنگ چوبیس گھنٹوں میں مکمل ہو جاتی ہے اور اس میں بھی جہاز کا عملہ شامل نہیں ہوتا ہے۔

اس بحری جہاز ''دی گلوب'' کا ریکارڈ ساز، دیوہیکل حجم اب چند دن ہی عجوبہ روزگار کہلا سکے گا کیونکہ جنوبی کوریا کی کمپنی ''ہنڈائی ہیوی انڈسٹریز'' کو ایسے قریباً نصف درجن بحری جہاز ایک سال میں بنانے کا آرڈر مل چکا ہے جو 19 ہزار سے زائد سٹینڈرڈ کنٹینرز ہزار ہا میل دور، سات سمندر پار کے ممالک وامصار میں منتقل کرنے کی صلاحیت والے ہوں گے۔

یاد رہے کہ سن 1996ء میں دنیا کا پہلا 6000 کنٹینرز لے جانے کی صلاحیت رکھنے والا جہاز سمندری سفر پر نکلا تھا، اور اب ''دی گلوب'' جیسے بحری جہاز اُس سے تین گنا زیادہ بڑے ہیں۔ پس پتہ چلا کہ ان ''پہاڑی حجم'' کے بحری جہازوں کے قدوقامت میں غیر معمولی اضافے کا سلسلہ جاری وساری ہے۔ بس ایک مشکل ہے کہ دنیا کے سمندروں کی وسعتیں تو ناپیدا کنار ہیں لیکن جن بندرگاہوں پر ان جہازوں نے آنا جانا ہے ان کی صلاحیت محدود ہے۔

پوپ فرانسس

سیدنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حالیہ ''واقعہ فرانس'' کے تناظر میں پوپ فرانسس اول کے بیان کو خوش آئند قرار دیا ہے۔

جناب پوپ فرانسس 13 مارچ 2013ء کو پوپ بینی ڈکٹ سولہواں کے استعفیٰ کے بعد پوپ منتخب ہوئے تھے۔ لاطینی امریکہ سے تعلق رکھنے والے 78 سالہ پوپ صاحب کی جنوبی امریکی ممالک اور ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے عشروں سے خراب تعلقات میں بہتری لانے اور فریقین کے باہمی سیاسی اختلافات کو حل کرنے جیسے مستحسن اقدامات پر بھی تعریف کی جارہی ہے۔ حالانکہ ان کے پیشرو پوپ بینی ڈکٹ سولہواں نے اپنے دور پاپائیت کے آغاز میں ہی اپنی جنم بھومی جرمنی جا کر ایک یونیورسٹی میں اسلام مخالف، بے حوالہ اور غیر ضروری تقریر داغ دی تھی۔

اس حالیہ بیان کے بعد اب پوپ فرانسس کے دنیا بھر کے 1.1 بلین پیروکاروں کا اوّلین فرض بنتا ہے کہ وہ ہر قسم کی توہین سے یکسر باز آجائیں کیونکہ حقیقی متبع وہی ہوا کرتا ہے جو حقیقی مطیع ہو، جو آقا کی مسجد کے اندر آواز سن کر باہر گلی میں ہی بیٹھ جائے، جو امام کے حکم پر اپنی روزمرہ کی خوراک ہی نصف کر دے، جو نان جویں کا محتاج ہو کر بھی امام وقت کے حکم پر انفاق فی سبیل اللہ کرے۔

پوپ صاحب نے یہ باتیں اپنے حالیہ دورہ ایشیا کے دوران سری لنکا سے فلپائن جاتے ہوئے جہاز میں منعقدہ پریس کانفرنس میں کی ہیں۔ براعظم ایشیا میں بسنے والے کیتھولک عیسائیوں کی سب سے زیادہ تعداد ملک فلپائن میں رہتی ہے۔ پوپ فرانسس کے دورہ کے موقع پر منعقد ہونے والی تقریب میں ساٹھ لاکھ سے زیادہ مرد و زن اور بچے شریک ہوئے۔

یہ ساٹھ لاکھ عیسائی اپنے محبوب پوپ کے دیدار کے لئے اس تقریب میں تکلیف اٹھا کر موسلادھار بارش کے باوجود موجود رہے اور ترانے سنتے رہے تو کیا ان مخلصین سے اتنی بھی امید نہ رکھی جائے کہ وہ اپنے مرشد اور مذہبی پیشوا کے تازہ ترین ارشاد کو نظر انداز نہیں ہونے دیں گے؟

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دَور سے قبل
غیر احمدی مسلمان علماء کی مسیحیت سے مقابلہ میں بے بسی و ناکامی

انصر رضا۔ مبلّغ سلسلہ کینیڈا۔

’’اس کا صاحب عیسیٰ ابن مریم ہے‘‘

الفضل کے قارئین ایک مستقل مضمون ’’مصالح العرب‘‘ میں بہت سے نومبائعین عرب بھائیوں خصوصًا مصری احمدی مسلمانوں کی روداد پڑھتے رہتے ہیں جن میں وہ بیان کرتے ہیں کہ مختلف ٹی وی چینلز پر مسیحی پادری اسلام کے خلاف زہر اگلتے رہتے ہیں لیکن کسی مسلمان عالم دین کو ان کا جواب دینے کی ہمت اور توفیق نہیں ہوتی۔ یہ نومبائعین احمدی بھائی بتاتے ہیں کہ وہ اس صورتحال سے بہت دل گرفتہ تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو ترکِ اسلام اور قبولِ مسیحیت کے دروازے تک جاپہنچے تھے کہ یکا یک اللہ تعالیٰ کے مہربان ہاتھ نے انہیں تھام لیا اور ایم ٹی اے کے ذریعہ انہیں اسلام کا بہترین دفاع کرنے والی اور حقیقی اسلام کی تصویر دکھانے والی جماعت کا تعارف ہوگیا اور انہوں نے صدیوں کے پیاسوں کی طرح دوڑ کر اس چشمہ کو منہ لگایا اور اپنی پیاس بجھائی۔ کیونکہ جیسا کہ حدیث میں لکھا جاچکا تھا کہ دجّال کا خاتمہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے ہاتھوں ہونا مقدر تھا۔

کتاب شرح السنّۃ تالیف الحسین بن مسعود البغوی میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ابن صیّاد کے بارے میں ایک طویل حدیث کے آخر پر لکھا ہے:

’’...فَقَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: اِئْذَنْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَاَقْتُلَہُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنْ یَکُنْ ھُوَ، فَلَسْتَ صَاحِبَہُ اِنَّمَا صَاحِبُہُ عِیسَی ابْنُ مَرْیَمَ...‘‘

(الجزء الخامس عشر۔ صفحہ 80۔ ناشر المکتب الاسلامی بیروت۔ الطبعۃ الثانیۃ۔ سن اشاعت 1983)

پس عمرؓ ابن خطاب نے کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیجئے کہ میں اسے قتل کردوں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ وہی ہے (یعنی دجال موعود ہے) تو پھر تجھے اس پر قدرت نہیں ہے۔ یقینًا اس کا صاحب یعنی اس کے قتل پر مامور عیسیٰ ابن مریم ہے۔

اس بات کی شہادت دیتے ہوئے، کہ غیر احمدی علماء مسیحیوں کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کے اعتراض کا جواب نہ دے سکے اور سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہندوستان سے ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی، نور محمد نقشبندی صاحب مقدمہ معجز نما ترجمۃ القرآن کے آغاز میں لکھتے ہیں:

’’اسی زمانہ میں پادری لفرائی پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہوکر بڑا تلاطم برپا کیا۔ اسلام کی سیرۃ و احکام پر جو اس کا حملہ ہوا تو وہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ احکام اسلام و سیرۃ رسولؐ اور احکام انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی سیرۃ جن پر اس کا ایمان تھا یکساں تھے۔ پس الزامی و نقلی و عقلی جوابوں سے ہار گیا مگر حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لئے اس کے خیال میں کارگر ہوا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوگئے اور لفرائی اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰؑ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہوکر زمین میں دفن ہوچکے ہیں اور جس عیسیٰؑ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں۔ پس اگر تم سعادتمند ہو تو مجھ کو قبول کرلو۔ اس ترکیب سے اس نے لفرائی کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو اپنا پیچھا چھوڑانا مشکل ہوگیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دی۔‘‘

(مقدمہ از نور محمد نقشبندی چشتی۔ صفحہ 30۔ معجز نما قرآن مجید بدو ترجمہ۔ حضرت شاہ رفیع الدین محدّث دہلوی و اشرف علی تھانوی۔ ناشر خان پبلشرز ایم پی سٹریٹ، پٹودی ہاؤس، دریا گنج نئی دہلی 2)

تاریخ خود کو دہراتی ہے

مسیحی علماء کے اسلام پر حملوں کے جواب میں غیر احمدی علماء کی خاموشی، ناکامی اور بے بسی اور اس کے نتیجہ میں مسلمانوں میں جو بے چینی، تڑپ، دلگرفتگی، بہتوں کے اسلام کے متعلق شکوک وشبہات اور چند کے ارتداد کے جو حالات ’’مصالح العرب‘‘ میں بیان کئے جاتے ہیں، انیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں بھی کچھ ایسی ہی صورتحال تھی۔ انگریزوں کی ہندوستان آمد اور غلبہ کے کچھ عرصہ بعد مسیحی پادریوں نے بھی یہاں کا رُخ کیا اور اپنے دین کو پھیلانے کی بھرپور کوششیں کرنے لگے جن میں انہیں اپنی حکومتوں اور مالدار لوگوں کی مکمل اعانت و سرپرستی حاصل تھی۔ پادریوں کی تبلیغی سرگرمیوں نے ایک طوفان مچادیا اور وہ بڑھ چڑھ کر گلی کوچوں اور چوراہوں پر کھڑے ہوکر اسلام پر حملے کرنے لگے۔ خصوصًا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ جسم سمیت آسمان پر اٹھائے جانے اور اب تک وہاں موجود ہونے اور ان کا بوقت پیدائش مسِّ شیطان سے محفوظ رہنے کے عقیدہ پر مبنی اُن کے اعتراض کا مسلمان علماء کے پاس کوئی جواب نہ تھا، جیسا کہ نور محمد نقشبندی صاحب کی محولہ بالا عبارت سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ مسیحی علماء مسلمانوں کے ان عقائد سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دیگر تمام انبیاء علیہم السلام بلکہ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی فوقیت ثابت کرتے تھے جس کی تردید مسلمان علماء نہیں کرسکتے تھے اور سوائے خاموشی کے ان کے پاس کوئی چارہ نہ تھا۔ ایک مسیحی عالم مسیحی دنیا کو اس صورتحال سے فائدہ اٹھانے کی تحریک دلاتے ہوئے لکھتا ہے:

"Muslims know that Muhammad is dead, and they know also that Christ lives. Let us make the most out of it, not in a childish way, however, as saying, "Look, my man is better than yours." No, but let us point out the spiritual consequences which result from Christ's being alive with God in heaven, and show the spiritual resources we can draw upon because of this fact."

(Bridge to Islam by E. W. Bethmann, P-107 (New Edition), P-287 (Old Edition) Published by Southern Publishing Association Nashville, Tennessee, USA)

ترجمہ: مسلمان جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوچکے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ مسیحؑ زندہ ہیں۔ آیئے اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں لیکن بچگانہ طور پر یہ کہتے ہوئے نہیں کہ ہمارا آدمی تمہارے آدمی سے بہتر ہے۔ نہیں، بلکہ آیئے ان روحانی نتائج کی نشاندہی کریں جو مسیحؑ کے خدا کے ساتھ آسمان میں زندہ ہونے سے ابھرتے ہیں اور ان روحانی ماخذوں کو دکھائیں جنہیں ہم اس حقیقت کی وجہ سے سامنے لاسکتے ہیں۔‘‘

چند نام اور چند موضوعات

مسیحیت کی اس پرزور تبلیغ کے زیراثر جہاں دوسرے مذاہب کے لوگ دھڑا دھڑ مسیحیت قبول کرنے لگے وہاں مسلمان بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکے اور عوام کے ساتھ ساتھ علماء اور مساجد کے امام بھی بپتسمہ لینے لگے۔ ایسے حالات میں علماء کو چاہئے تھا کہ وہ اسلام کے پُرزور دلائل کے ذریعہ ارتداد کے اس طوفان کے آگے بند باندھتے اور مسیحی عقیدہ کو قرآن وحدیث کے ذریعہ غلط ثابت کرتے۔ لیکن محض چند علماء، سیّد آل حسن مہانی، رحمت اللہ کیرانوی، سیّد ناصرالدین محمد ابوالمنصور، عنایت رسول چڑیا کوٹی، محمد علی مونگیری اور مولانا عبدالحق حقّانی کے سوا کسی دوسرے عالم کا نام تاریخ میں نہیں ملتا جس نے مسیحی علماء کے اعتراضات کا کچھ نہ کچھ جواب دیا ہو۔ بعض دیوبندی علماء حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کا نام بھی اس فہرست میں شامل کرتے ہیں لیکن ان کا مسیحیت سے مقابلہ محض مباحثہ شاہجہاں پور میں شرکت تک محدود رہا جس کے بعد مسیحیت کے مقابلہ میں ان کی کسی بھی قسم کی کارروائی کا کہیں بھی تذکرہ نہیں ملتا۔ مذکورہ بالا علماء کی کاوشیں محض تردیدِ تثلیث، نسخ وتحریف بائبل اور صداقتِ رسالتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک محدود تھیں۔

علامہ آل حسن مہانی اپنی کتاب ’’الاستفسار‘‘ کے آغاز میں لکھتے ہیں:

’’ہمارے اور عیسائیوں کی اصل نزاع صرف چند مسئلوں پر ہے: پہلا مسئلہ تثلیث کا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ تثلیث باطل ہے اور اعتقاد اس کا موجب خلود فی النّار کا ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ حق ہے اور نجات اُخروی منحصر اسی اعتقاد پر ہے۔ دوسرا مسئلہ تصدیقِ نبوت جناب مصطفوی کا اہم ہے کہ نجات اُخروی منحصر اسی اعتقاد پر ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ لوازمِ نبوت ان میں نہ تھے۔ تیسرا مسئلہ تحریف کا اہم ہے کہ بے شک توریت اور انجیل میں تحریف واقع ہوئی ہے اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہ بات ثبوت کو نہیں پہنچتی۔ سو اس کتاب میں بالاصالۃ گفتگو انہیں تین مسئلوں سے ہے۔‘‘ (صفحہ 1,2)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کتاب ’’احسن الاحادیث فی ابطال التثلیث‘‘ کے مقدمہ میں ڈاکٹر اسماعیل عارفی صاحب لکھتے ہیں:

’’مناظرہ کے لئے پانچ مسائل پر گفتگو کرنا بطور موضوع طے ہوا۔ (1) تحریف بائبل (2) مسئلہ نسخ (3) عقیدۂ تثلیث (4) رسالت محمدی ﷺ کا اثبات (5) حقانیت وصداقتِ قرآن۔‘‘ (صفحہ 24)

آسمانی حربہ

اس کے برعکس سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وفاتِ مسیحؑ کا نظریہ پیش کرکے عیسائیت کی کمر توڑ دی۔ آپؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب سے زندہ اتار کر عیسائیت کو مار دیا اور پھر ان کا اسی زمین میں فوت ہوکر کشمیر میں دفن ہونا ثابت کرکے اسلام کو زندہ کردیا۔ آپؑ فرماتے ہیں:

’’عیسیٰ کی موت میں اسلام کی زندگی ہے اور عیسیٰ کی زندگی میں اسلام کی موت ہے‘‘۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 231، روحانی خزائن جلد 21، صفحہ 406)

مسیحیت کے مقابلہ کے آسمانی حربہ کو بیان فرماتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:

’’عیسائی مذہب کو گرانے کے لئے جو صورتیں ذہن میں آسکتی ہیں وہ صرف تین ہیں (ا) اوّل یہ کہ تلوار سے اور لڑائیوں سے اور جَبر سے عیسائیوں کو مسلمان کیا جائے جیسا کہ عام مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے کہ اُن کا فرضی مسیح موعود اور مہدی معہود یہی کام دنیا میں آکر کرے گا اور اس میں صرف اِسی قدر لیاقت ہوگی کہ خونریزی اور جبر سے لوگوں کو مسلمان کرنا چاہے گا۔ لیکن جس قدر اس کارروائی میں فساد ہیں حاجتِ بیان نہیں۔ ایک شخص کے جھوٹا ہونے کے لئے یہ دلیل کافی ہوسکتی ہے کہ وہ لوگوں کو جبر سے اپنے دین میں داخل کرنا چاہے۔ لہٰذا یہ طریق اشاعتِ دین کا ہرگز درست نہیں ہے اور اِس طریق کے اُمیدوار اور اس کے انتظار کرنے والے صرف وہی لوگ ہیں جو درندوں کی صفات اپنے اندر رکھتے ہیں اور آیت لَآاِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرۃ۔257) سے بے خبر ہیں۔

دوسری صورت صلیبی مذہب پر غلبہ پانے کی یہ ہے کہ معمولی مباحثات سے جو ہمیشہ اہلِ مذہب کیا کرتے ہیں اس مذہب کو مغلوب کیا جائے۔ مگر یہ صورت بھی ہرگز کامل کامیابی کا ذریعہ نہیں ہوسکتی کیونکہ اکثر مباحثات کا میدان وسیع ہوتا ہے اور دلائلِ عقلیہ اکثر نظری ہوتے ہیں اور ہر ایک نادان اور موٹی عقل والے کا کام نہیں کہ عقلی اور نقلی دلائل کو سمجھ سکے۔ اسی لئے بت پرستوں کی قوم باوجود قابل شرم عقیدوں کے اب تک جابجا دنیا میں پائی جاتی ہے۔

تیسری صورت صلیبی مذہب پر غلبہ پانے کی یہ ہے کہ آسمانی نشانوں سے اسلام کی برکت اور عزت ظاہر کی جائے اور زمین کے واقعات سے امور محسوسہ بدیہیہ کی طرح یہ ثابت کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر گئے بلکہ اپنی طبعی موت سے مرگئے۔ اور یہ تیسری صورت ایسی ہے کہ ایک متعصب عیسائی بھی اقرار کرسکتا ہے کہ اگر یہ بات بپایۂ ثبوت پہنچ جائے کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے تو پھر عیسائی مذہب باطل ہے اور کفارہ اور تثلیث سب باطل اور پھر اس کے ساتھ جب آسمانی نشان بھی اسلام کی تائید میں دکھلائے جائیں تو گویا اسلام میں داخل ہونے کے لئے تمام زمین کے عیسائیوں پر رحمت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ سو یہی تیسری صورت ہے جس کے ساتھ مَیں بھیجا گیا ہوں۔ خدا تعالیٰ نے ایک طرف تو مجھے آسمانی نشان عطا فرمائے ہیں اور کوئی نہیں کہ ان میں میرا مقابلہ کرسکے۔‘‘

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15۔ صفحہ 166,167)

غیر احمدی علماء کی کاوشوں کا معدوم و بے اثر ہونے کا اعتراف

غیر احمدی علماء حیاتِ مسیحؑ کے قائل ہونے کے سبب دوسرے موضوعات میں الجھے رہے اور نتیجۃً ان کی کاوشیں نہ تو نتیجہ خیز ثابت ہوئیں اور نہ ہی قبولیت عام کا درجہ حاصل کرسکیں اور دائرہ خواص میں کچھ عرصہ گردش کرنے کے بعد گویا معدوم ہوگئیں اور اب ایک ڈیڑھ صدی کے بعد ان میں سے چند کو دریافت کرکے ان کی دوبارہ اشاعت کا بندوبست کیا جارہا ہے لیکن اب بھی وہ عوام میں مشہور و

معروف نہیں ہیں۔ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی کتاب ’ازالۃ الاوہام‘ کے پیش لفظ میں مفتی محمد تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں:

’’ان کی متعدد معرکۃ الآراء تالیفات ابھی تک نایاب ہیں‘‘۔(جلداول۔صفحہ 14)۔

اسی کتاب کے حرف آغاز میں لکھا ہے:

’’[یہ] کتاب صرف ایک بار 1229ھ،1848ء میں ’’سید المطابع شاہجہاں آباد‘ سے طبع ہوئی اور ایک حادثہ میں اکثر نسخے ضائع ہوگئے دوبارہ اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔مصورات (photo copies) کی شکل میں ایک آدھ کتب خانہ میں موجود ہے۔‘‘

(جلداوّل۔صفحہ 20)

مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تصنیفات کے متعلق ان کے ایک سوانح نگار لکھتے ہیں:

’’مولانا کیرانوی کی تصانیف جو پورے ڈیڑھ سو برس پہلے ایک بار طبع ہوئیں پھران کے دوبارہ طبع ہونے کی نوبت نہیں آئی،جس کی وجہ سے وہ ناپید ہیں۔اسی زمانہ میں مناظرہ کی تین رودادیں اردو فارسی میں طبع ہوئی تھیں مراسلاتِ مذہبی، مراسلات البحث الشریف کے ناموں سے شائع ہوئیں اورحتی الامکان ان کو عام کرنے کی کوشش بھی ہوئی لیکن اب نہ کتب خانوں میں پائی جاتی ہیں نہ پبلک لائبریریوں میں ان کا پتہ چلتا ہے۔ مذکورہ بالا میٹر ومواداور رودادیں کہیں ہوسکتی ہیں تو ذاتی کتب خانوں میں ہوسکتی ہیں جوعام دسترس سے باہر ہیں۔‘‘

(مجاہد اسلام مولانا رحمت اللہ کیرانوی۔تالیف مولانا اسیر ادروی۔صفحہ 31۔ ناشر فرید بک ڈپو دہلی۔سن طباعت اگست 2004ء)

بے تاثیر مقابلے

یہ حقیقت بھی غور کرنے کے لائق ہے کہ غیر احمدی مسلمان علماء کی طرف مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تصانیف کو،خصوصًا پادری فنڈر کے ساتھ مناظرہ کی روداد جواظہار الحق کے نام سے شائع ہوئی تھی ، بہت بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اور دعویٰ کیا جاتا ہے کہ اس مناظرہ میں پادری فنڈر کو شکست فاش ہوئی اور وہ دم دبا کر ہندوستان سے بھاگ گیا۔

اگر حقیقتًا ایسا ہی ہوتا تو اس ’’عظیم الشان کامیابی‘‘ کے بعد ہندوستان میں مسیحیت اگر مکمل طور پر معدوم نہ بھی ہوتی تب بھی اس کے پھیلنے کی رفتار کم ازکم سست ضرور ہو جاتی۔لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اس مناظرہ کے بعد بھی مسیحیت زوروشور سے پھیلتی رہی جس کا ثبوت یہ ہے کہ یہ مناظرہ 1854ء میں ہوا اور 1865ء میں ایک مسلمان عالم دین مولوی صفدر علی بپتسمہ لے کر مسیحی ہوگیا اور نیاز نامہ نامی کتاب لکھ کر مسلمان علماء کو للکارتا رہا جن سے اس کتاب کا جواب ایک عرصہ تک نہ بن سکا۔اس کے بعد ایک اور مشہور عالم دین اور آگرہ کی مسجد کا امام مولوی عمادالدین 1866ء میں مسیحیت قبول کر کے پادری عمادالدین بن گیا۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر چہ مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور دیگر چند مسلمان علماء نے دفاعِ اسلام کی حتی المقدور مخلصانہ کوشش ضرور کی لیکن وہ خاطر خواہ نتائج پیدا نہ کر سکے۔یعنی نہ تو مسیحیت کے بنیادی عقائد کا توڑ کر سکے اور نہ ہی عقائد و احکاماتِ اسلام پر اٹھائے گئے مسیحی پادریوں کے اعتراضات کے کافی وشافی جوابات دے سکے۔

واحد مردِ میدان ہونے کے دعوے

اس مطالعہ سے ایک اور دلچسپ حقیقت سامنے آئی اور وہ یہ کہ جن معدودے چند لوگوں نے مقدور بھر مسیحیت کا مقابلہ کیا ان کے ماننے والے اپنے اپنے بزرگ کا نام پیش کرکے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان صاحب کے سوا اس میدان میں دوسرا کوئی نہیں کودا اور وہی ایک مرد مجاہد تھا جس نے یہ میدان مارلیا۔

’’مراسلاتِ مذہبی میں شیخ مولابخش نے اس بات کا صاف اعتراف کیا ہے کہ جو کچھ ہے سب مولانا کا فیض و برکت ہے۔اس کے آگے لکھتے ہیں کہ: مولانا محمد رحمت اللہ کیرانوی کے بعد علماء میں سے بجز مولانا ممدوح کے کسی کو کامل توجہ اس طرف نہیں ہوئی۔‘‘

(سیرت مولانا محمد علی مونگیری بانی ندوۃ العلماء۔تالیف سیّد محمد الحسنی۔صفحہ:50)

(باقی آئندہ)

بقیہ: سنگ بنیاد مسجد برازیل

از صفحہ نمبر 2

ترجمہ بھی پیش کیا۔اس کے بعد خاکسار (وسیم احمد ظفر مبلغ برازیل) نے تقریر کی جس میں خدا تعالیٰ کا شکرادا کیا جس نے اس مسجد اور مشن ہاؤس کی تعمیر کے پروجیکٹ کی توفیق دی۔ اسی طرح دیگر ممالک سے آنے والے اور لوکل مہمانوں کا بھی شکریہ ادا کیا جو دور ونزدیک سے تشریف لائے اوراس تقریب کورونق بخشی۔

اس کے بعد خاکسار نے اس پروجیکٹ کی مختصر رپورٹ پیش کی اور بتایا کہ اس پروجیکٹ میں مسجد کے لئے مَردوں اورعورتوں کے لئے دو ہال ہیں۔ اس کے علاوہ دفتر، لائبریری اور مبلغ سلسلہ کی رہائشگاہ بھی ہے۔ نیز بتایا کہ یہ مسجد پرانی بلڈنگ کوگرا کر بنائی جارہی ہے جس کے لئے شروع میں مرکز کے ارشاد پر کینیڈا سے مکرم رشید ملک صاحب سول انجینئر تشریف لائے۔ پھر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکرم شفیق احمد ملک صاحب آرکیٹیکٹ کومقرر کیا جنہوں نے یہ موجودہ نقشہ تیار کیا۔ ان کی وفات کے بعد حضور انور نے مکرم فلاح الدین شمس صاحب کواس پروجیکٹ کا انچارج مقرر فرمایا۔ جبکہ مکرم ندیم احمد طاہر صاحب اور مکرم اعجاز احمد ظفر صاحب کوبھی خاص خدمت کی توفیق مل رہی ہے۔اس کے بعد خاکسار نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا اس موقع کے لئے خصوصی پیغام پڑھ کر سنایا جس کا ساتھ کے ساتھ لوکل زبان میں ترجمہ مکرم ندیم احمد طاہر صاحب نے کیا۔

بعد ازاں کونسل ممبران اور دیگر مذاہب کی نمائندگی میں دو گرجوں کے پادریوں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور اس تاریخی مسجد کی تعمیر کے لئے جماعت کو مبارکباد بھی پیش کی۔اسی طرح کونسل ممبران نے جماعت کو ایک اعزازی سرٹیفکیٹ بھی پیش کیا جس میں جماعت کی مقامی لوگوں کے ساتھ خدمات کا اعتراف کر کے شکریہ ادا کیا گیا تھا۔اس موقع پر مکرم فلاح الدین شمس صاحب انچارج مسجد پروجیکٹ نے بھی مسجد کی تعمیر کے حوالہ سے

بعض ضروری معلومات بتائیں اور اس کے آرکیٹیکٹ اور کنٹریکٹر صاحب کا تعارف کروایا۔مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب مبلغ انچارج جماعت احمدیہ کینیڈا نے اختتامی خطاب کیا۔ آپ نے سب حاضرین کو وہ اینٹیں بھی دکھائیں جن پر حضور انور نے دعا کی ہوئی تھی جن میں وہ اینٹ بھی شامل تھی جو مرکز قادیان سے منگوائی گئی تھی۔

جماعت احمدیہ برازیل نے اس تاریخی موقع کی یادگار کے طور پر گھڑی اور پین تیار کروائے تھے۔ چنانچہ مہمانان خصوصی کی خدمت میں گھڑی اور پین اور باقی تمام حاضرین کو پین کا تحفہ پیش کیا گیا۔

بعد ازاں سب حاضرین حضور انور کے نمائندہ خصوصی کی قیادت میں خدا تعالیٰ کی حمد وثنا کے ترانے گاتے ہوئے اس جانب گئے جہاں بنیاد میں اینٹیں رکھی جانی تھیں۔سب سے پہلے مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب مبلغ انچارج جماعت احمدیہ کینیڈا نے انتہائی پُرسوز دعا کے ساتھ پیارے آقا کی نمائندگی میں اینٹ رکھی۔جس کے بعد خاکسار (وسیم احمد ظفر صدر جماعت برازیل) نے قادیان سے منگوائی گئی اینٹ رکھنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے بعد مکرم مولانا شمشاد احمد ناصر صاحب مبلغ امریکہ، مکرم فلاح الدین شمس صاحب نائب امیر جماعت امریکہ، مکرمہ انیلہ ظفر صاحبہ صدر لجنہ برازیل،مکرم ندیم احمد طاہر صاحب صدر خدام الاحمدیہ برازیل اور باقی مہمانان، ممبران جماعت اور مقامی لوگوں نے باری باری اینٹیں رکھنے کی سعادت حاصل کی۔ بہت سے مقامی لوگوں کو جب اینٹ رکھنے کے لئے کہا گیا توانہوں نے بہت خوشی کا اظہار کیا اور برملا اس کو اپنے لئے اعزاز سمجھتے ہوئے اینٹ رکھی۔

آخر میں مکرم مولانا مبارک احمد نذیر صاحب نے دعا کروائی جس کے بعد سب حاضرین کی خدمت میں مٹھائی تقسیم کی گئی۔اور پھر پاکستانی طرز کا کھانا پیش کیا گیا جومشن ہاؤس میں مکرمہ انیلہ ظفر صاحبہ کی نگرانی میں تیار کیا گیا تھا۔اس تاریخی اور مبارک موقع پر غرباء کے لئے کچھ انفرادی طور پر اور کچھ ہیومینٹی فرسٹ کینیڈا کے تعاون سے ایک سوامدادی پیکٹس تیار کئے گئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس مسجد کی تعمیر کے مثبت اور بہترین اثرات مرتب فرمائے اور یہ مسجد اسلام اور احمدیت کی ترقی کے لئے ایک سنگ میل ثابت ہو۔آمین

بقیہ: جامعہ احمدیہ غانا میں سہولیات

از صفحہ نمبر 12

فرسٹ ایڈ کلینک
(First Aid Clinic)

یہ کلینک طلبہ جامعہ احمدیہ کے لئے اکیڈیمک بلاک میں بنایا گیا ہے۔اس سلسلہ میں احمدی ڈاکٹرز صاحبان سے مشورہ کرکے بنیادی سہولیات اورابتدائی طبی امداد کی جملہ ایلوپیتھی اور ہومیوپیتھی ادویات رکھی گئی ہیں۔ وقت کے ساتھ ساتھ ان ادویات میں کیا جاتا رہے گا۔اس کلینک کے قیام کے سلسلہ میں مکرم ڈاکٹر ابراہیم صاحب آف ڈبواسی (Daboase) نے غیر معمولی تعاون کیا ہے۔فجزاہ اللہ احسن الجزاء

ٹک شاپ (Tuck Shop)

طلبا جامعہ کو اپنی بنیادی ضروری اشیاء کی خرید کے لئے بازار جانا پڑتا تھا۔طلبہ کے قیمتی وقت کو بچانے کے لئے جامعہ میں ٹک شاپ کی سہولت مہیا کی گئی ہے جس میں طلبا سے متعلقہ تمام ضرورت کی چیزیں مثلا اسٹیشنری، کھانے پینے اور detergents کی بنیادی اشیاء شامل ہیں۔

مذکورہ بالا چاروں سہولیات کے افتتاح کے بعد جامعہ کے سیمینا رہال میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا،جس میں تمام مہمانان کرام،اساتذہ اور طلبہ موجود تھے۔تقریب کا آغاز تلاوت قرآن کریم سے ہوا جوعزیزم موسیٰ عیسیٰ صاحب نے کی ۔عزیزم محمد اسحاق اپوکو صاحب نے ترجمہ پیش کیا۔ بعد ازاں عزیزم طلحہ احمد صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کا منظوم کلام ’’نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے‘‘ مترنم آواز میں پیش کیا۔ چاروں سہولیات کا تعارف مکرم انور اقبال ثاقب صاحب استاد جامعہ احمدیہ نے پیش کیا۔

دوران تعارف یہ بھی ذکر کیا گیا کہ خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا میں اٹھارہ ممالک کے اکہتر (71) طلبا تعلیم حاصل کررہے ہیں جن میں مشرقی افریقہ،مغربی افریقہ، ماریشس، روس، اردن اور پاکستان کے طلبا شامل ہیں۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کو یہ بھی سعادت حاصل ہے کہ پہلی مرتبہ قزاقستان سے ایک طالبعلم اوراردن سے ایک عرب طالبعلم مذہبی تعلیم کے حصول کے لئے تشریف لائے ہیں۔ ان دونوں طلبا کو حاضرین سے متعارف کروایا گیا۔

تعارف کے بعد مکرم امیر صاحب نے حاضرین سے اپنے خطاب میں فرمایا کہ مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے اور میں بہت زیادہ متأثر ہوا ہوں کہ طلبا جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل کو اتنی اہم اور مفید سہولیات جامعہ میں میسر ہوگئی ہیں۔اور یقیناً یہی جذبات یہاں پر آئے ہوئے سب مہمانوں کے ہیں۔ آپ نے طلبا کو نصائح کرتے ہوئے فرمایا کہ ان سہولتوں اور جدید دور کی ایجادات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں اور ان کے ذریعے سے اپنی جسمانی، اخلاقی، روحانی اور علمی صلاحیتوں کو وسیع کر کے اسلام کی بھرپور خدمت کریں۔

آخر پر مکرم امیر صاحب نے دعا کے ساتھ اس تقریب کا اختتام کیا۔ نماز ظہر وعصر ادا کر کے مہمانوں کو دوپہر کا کھانا پیش کیا گیا۔ یوں یہ بابرکت تقریب نہایت خوشگوار اور عمدہ ماحول میں اپنے اختتام کو پہنچی۔ فالحمدللہ

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا میں

افتتاحی تقریب برائے گرین ویلی ٹریک، الیکٹرونک لائبریری، کلینک وٹک شاپ

(رپورٹ مرتبہ: ساجد محمود بٹر۔ استاد جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا)

مورخہ 18 جنوری 2015 کا دن جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا کے لئے بہت ہی بابرکت تھا جس میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے درج ذیل چار مختلف سہولیات کے افتتاح کی تقریب ہوئی۔

☆ ای لائبریری(E.Library)

☆ گرین ویلی ٹریک(Green Vally Track)

☆ فرسٹ ایڈ کلینک(First Aid Clinic)

☆ ٹک شاپ(Tuck Shop)

افتتاحی تقریب کے مہمان خصوصی مکرم مولانا نور محمد بن صالح صاحب امیر ومشنری انچارج گھانا تھے۔ مدعو کئے گئے دیگر مہمانان کرام میں لوکل عہدیداران، نیشنل عاملہ کے ممبران، بعض مرکزی مبلغین، نصرت جہاں کے دو ڈاکٹرز صاحبان اور دیگر جماعتی عہدیداران سمیت 80 سے زائد احباب وخواتین شامل تھے۔ لوکل لجنہ اماء اللہ کی بعض ممبرات، جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل اور جامعۃ المبشرین کے اساتذہ کی فیملیز نے بھی پروگرام میں شرکت کی۔

جامعہ میں مہمانوں کی آمد پر ان کی چائے اور دیگر اشیاء خورونوش سے تواضع کی گئی۔ بعدازاں تمام مہمانوں کو گاڑیوں کے ذریعہ گرین ویلی ٹریک کا راؤنڈ کروایا گیا۔

ٹریک کے وزٹ کے بعد تمام مہمان جامعہ کے اکیڈیمک بلاک میں تشریف لائے۔ مکرم امیر صاحب گھانا نے تمام مہمانوں، اساتذہ اور طلبا کی موجودگی میں بالترتیب موبائل ای لائبریری، ٹک شاپ، کینٹین اور ای لائبریری کے الگ الگ فیتے کاٹ کر باضابطہ افتتاح کیا۔

مذکورہ بالا سہولیات کا افتتاح کرنے کے بعد محترم امیر صاحب نے ای لائبریری کے ہال میں دعا کروائی اور دعا سے پہلے مہمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ہم سب کو اساتذہ اور طلبا کے لئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ مثبت رنگ میں ان جدید ایجادات سے بھرپور استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کے ذہنوں کو جلا بخشے تاکہ وہ اسلام احمدیت کا پیغام جدید دور کے تقاضوں کے مطابق ساری دنیا میں پھیلانے والے ہوں۔

ذیل میں ان سہولیات (گرین ویلی ٹریک، ای لائبریری، موبائل ای لائبریری، ٹک شاپ اور کینٹین) کا مختصر تعارف پیش ہے۔

....

گرین ویلی ٹریک
(Green Vally Track)

یہ ٹریک 10 فٹ چوڑا اور ڈیڑھ کلومیٹر لمبا ہے۔ جامعہ کی زمین کو ناجائز تجاوزات سے محفوظ کرنے کے لئے باؤنڈری کے ساتھ ساتھ لکڑی اور بانس کی فینس لگائی گئی ہے اور فینس کے ساتھ یہ خوبصورت ٹریک بنایا گیا ہے۔ طلبا اور کارکنان جامعہ احمدیہ نے کم وبیش مسلسل دو ماہ وقارعمل کرکے غیرمعمولی محنت اور جانفشانی سے اس ٹریک کو مکمل کیا ہے۔ اس سلسلہ میں راستے سے خودرَو جھاڑیوں اور پودوں کو تلف کیا گیا۔ بعدازاں ٹریک کو ہموار کیا گیا۔ ٹریک پر مناسب فاصلے پر پپیتے کے 33 پودے لگائے گئے ہیں۔ علاوہ ازیں ہر 100 میٹر کے فاصلے پر لوہے کے 6 فٹ لمبائی کے سائن بورڈ لگائے گئے ہیں جو فاصلے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ اور ان پر مختلف تربیتی اور علمی عبارات بھی درج ہیں۔ یہ ٹریک خوبصورت اور سرسبز علاقہ میں سے بل کھاتا ہوا گزرتا ہے اور ٹریک پر موجود خوبصورت تحریرات پر مشتمل سائن بورڈز اس قدرتی حسن میں غیرمعمولی اضافہ کا باعث بن رہے ہیں۔ طلبا جامعہ، اساتذہ اور فیملیز اس ٹریک پر واک کرتے ہیں۔ اور اس ٹریک سے نہ صرف جامعہ کی باؤنڈری محفوظ ہوگئی ہے بلکہ واک اور جاگنگ کے لئے جامعہ میں ایک عمدہ سہولت کا بھی اضافہ ہوگیا ہے۔ فالحمدللہ

....

ای لائبریری (E.Library)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ اور منظوری سے خدا کے فضل کے ساتھ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل میں ایک اِی لائبریری قائم کی گئی ہے جس میں فی الوقت سترہ کمپیوٹر مہیا کئے گئے ہیں۔ طلبا کے استفادہ کے لئے ان کمپیوٹرز میں پی ڈی ایف فارمیٹ میں تمام ضروری کتابیں رکھی جاچکی ہیں جن کی تعداد اس وقت سولہ ہزار (16000) سے زائد ہوچکی ہے اور انشاء اللہ وقت کے ساتھ اس میں مزید کتابوں کا بھی اضافہ کیا جارہا ہے۔ موجودہ ای لائبریری میں قرآن کریم، اس کے مختلف تراجم وتفاسیر، کتب حضرت مسیح موعودؑ وخلفاء سلسلہ، تاریخ احمدیت، متفرق جماعتی کتب، کتب احادیث وسیرت وسوانح، انسائیکلوپیڈیا، مختلف زبانوں کی ڈکشنریز، جامعہ کا تمام نصاب اور جامعہ میں پڑھائے جانے والے مضامین، تفسیر، حدیث، کلام، موازنہ، فقہ وتصوف کی کتب کے علاوہ عربی، انگریزی اور اردو سیکھنے کے لئے بنیادی کتب اور کہانیاں وغیرہ بھی رکھی گئی ہیں۔ اس کے علاوہ عربی کتابوں کی سرچ میں سہولت مہیا کرنے والا سافٹ ویئر شاملہ بھی انسٹال کیا گیا ہے۔ نئے آنے والے رشین اور عرب طلبا کے لئے ان کی زبانوں میں موجود تراجم بھی مہیا کئے جارہے ہیں تاکہ فارغ وقت میں وہ ذاتی مطالعہ کرسکیں۔ الحمدللہ۔

....

24 گھنٹے دستیاب E.Library

طلبا کی سہولت کے لئے مرکزی ای لائبریری سٹڈی ٹائم کے دوران دو گھنٹہ کے لئے کھولی جاتی ہے۔ جس سے طلبا استفادہ بھی کرتے ہیں، تاہم اس امر کی ضرورت کے پیش نظر کہ کوئی ایسا طریق بھی اختیار کیا جاسکے جس سے طلبا ان روحانی خزائن سے 24 گھنٹوں میں جب چاہیں استفادہ کرسکیں۔ اس غرض کے لئے خود کار الیکٹرونک لائبریری کے دو یونٹس تیار کرواکر جامعہ کی لابی میں رکھے گئے ہیں، جن میں انٹرنیٹ استعمال کئے بغیر مذکورہ بالا تمام سولہ ہزار کے لگ بھگ کتب 24 گھنٹے طلبا کے مطالعہ کے لئے دستیاب ہیں۔ یہ لائبریری طلبا کی سہولت کے لئے دن رات کھلی رہتی ہے اور جب بھی طلبا کو وقت ملے وہ اس سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ تجربہ انتہائی کامیاب رہا ہے اور اب طلبا کی ایک بڑی تعداد شوق کے ساتھ ان کتابوں کا مطالعہ کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

....

باقی صفحہ نمبر 11 پر ملاحظہ فرمائیں

دلچسپ اور ایمان افروز

ایک احمدی پولیس انسپکٹر کی بیوی کو تبلیغ اور اس کی بیعت

حضرت مولوی محمد حسین صاحبؓ (المعروف سبز پگڑی والے) صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ:

’’یوپی ہندوستان میں...... ایک گاؤں تھا دھرم پورہ وہاں آریوں نے مسلمانوں سے مناظرہ کا چیلنج دے دیا اور وہاں کے غیر احمدی مسلمانوں نے قبول کرلیا۔ انہوں نے اپنے مولویوں سے مشورہ کیا کہ ہم نے چیلنج تو قبول کرلیا ہے اب ہمیں کوئی ایسا مولوی بتائیں جو خوب ان کے مذہب کا بھی علم رکھتا ہو اور ان کا مقابلہ کرے۔ وہ کہنے لگے بات یہ ہے کہ ایسا مولوی تو ایک قادیانی ہے اسے جا کر ملو۔ وہ میرے ہیڈ کوارٹر سے قریباً ایک سو میل دور رہتے تھے۔ وہ بذریعہ بس میرے پاس پہنچے اور آکر ساری بات بتائی کہ آریہ ہمیں ہندو کرنے آئے تھے اور انہوں نے یہ یہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور قرآن کریم پر اعتراض کیے ہیں جن کا ہمیں بہت دکھ ہوا کہ ہم تو رسول پاک کو ماننے والے ہیں۔ ہم نے انہیں برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ اس پر انہوں نے مناظرے کا ہمیں چیلنج دیا جو ہم نے منظور کرلیا۔ ہمیں ہمارے مولویوں نے آپ کا پتہ دیا ہے سو ہم چلے آئے ہیں۔ پرسوں ہمارا ان سے مناظرہ کا وقت ہے۔ ان کے ایک مولوی نے پہلے میرا ایک مناظرہ سنا ہوا تھا۔ خیر میں نے کہا بہت اچھا میں چلوں گا۔ دو آدمی تھے، رات میرے پاس ہی رہے، صبح ہم اکٹھے چل پڑے۔ بس کے ذریعہ کاٹھگڑھ پہنچے۔ وہاں سے دوسری بس تبدیل کرنی تھی اور آغا گڑھ جا کر وہاں سے آگے دھرم پور جانا تھا۔ وہاں جب ہم بس تبدیل کر کے دوسری میں بیٹھ گئے تو دو سپاہی اور ایک انسپکٹر پولیس بار بار مجھے دیکھیں۔ آخر انسپکٹر صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ذرا باہر تشریف لائیں۔ میں نے کہا ہماری بس چلنے والی ہے اور ہم نے مناظرہ پر جانا ہے۔ آپ مسلمان ہیں اور ہمیں ہی روک رہے ہیں۔ شام تک ہم نے وہاں پہنچنا ہے۔ وہ کہنے لگا کہ جب تک میں اجازت نہ دوں یہ بس روانہ نہیں ہوسکتی اس لئے آپ اتریں۔ میں اتر آیا۔ مجھے ایک سائیڈ پر لے جا کر کہنے لگا کہ آپ کا دولت خانہ کہاں ہے؟ میں نے کہا قادیان میں۔ آپ احمدی ہیں؟ میں نے کہا: جی ہاں، میں احمدی ہوں۔ کہنے لگا مجھے آپ کی ضرورت ہے۔ میں بھی خدا کے فضل سے احمدی ہوں اور میں بی۔اے پاس ہوں جبکہ میری بیوی ایف۔اے پاس ہے۔ اسے میں نے تبلیغ کروانی ہے۔ میری تو وہ کوئی بات سنتی نہیں۔ میں نے کہا بہت اچھا مناظرہ سے واپسی پر۔ کہنے لگا آپ کب واپس آئیں گے۔ میں نے کہا پرسوں یا ترسوں، چوتھے دن اور ایک دن آپ کے پاس ٹھہر جاؤں گا۔ وہ کہنے لگا میں آپ کا یہیں انتظار کروں گا۔ میرے سپاہیوں کی یہیں ڈیوٹی ہوتی ہے۔ میں ان سے بھی کہہ دوں گا کہ آپ کو یاد کروا دیں‘‘۔

دھرم پور میں بہت کامیاب مناظرہ کے بعد حضرت مولوی محمد حسین صاحب بیان کرتے ہیں کہ ’’چوتھے دن صبح کی گاڑی سے وہاں سے روانہ ہو کر دس بجے کے قریب کاٹھگڑھ پہنچ گئے۔ ...... جس وقت کاٹھگڑھ بس پہنچی تو وہاں اڈے پر وہی انسپکٹر صاحب کھڑے تھے۔ کہنے لگے میں پندرہ منٹ سے آپ کا انتظار کر رہا تھا۔ چونکہ میں اس انسپکٹر سے وعدہ کر کے آیا تھا اسی لئے میں نے کاٹھگڑھ کا ہی ٹکٹ لیا تھا اس سے آگے جانے کا نہیں لیا تھا۔ بہر حال بس سے اتر گئے۔ انسپکٹر صاحب نے سپاہیوں سے کہا کہ ان کا سامان اٹھا لو۔ میرے پاس کتابوں کا صندوق تھا وہ دونوں طرف سے اٹھا کر لے گئے۔ اور ہم دونوں بھی ساتھ ساتھ جا رہے تھے کہ راستہ میں انسپکٹر صاحب نے مجھے بتایا کہ میری بیوی اہلحدیث ہے۔ میرے گھر میں الفضل اخبار آتا ہے اور ساتھ ہی اہلحدیث کا اخبار بھی۔ وہ الفضل اخبار اٹھا کر میری چارپائی پر رکھ دیتی ہے اور پڑھتی نہیں۔ میں اس سے کہتا ہوں کہ میں تیری اخبار پڑھ لیتا ہوں۔ تُو اسے کیوں نہیں پڑھتی اور تم الفضل اخبار پر اعتراض کرتی رہتی ہو۔ وہ جواب دیتی ہے کہ یہ مذہبی بات ہے میرا دل نہیں چاہتا میں نہیں پڑھتی۔ میرا اپنا اخبار آتا ہے میں اہلحدیث ہوں میں وہی پڑھوں گی۔ میں نے کہا میں جو تمہارا پڑھ لیتا ہوں۔ کہتی ہے بیشک پڑھیں میں نے نہیں پڑھنا۔ اتنی زیادہ وہ متعصب ہے اور اسے تبلیغ کرنی ہے۔ میں نے کہا اللہ ہی رحم کرے، جو خاوند کی بات سننے کے لئے تیار نہیں ہے میں تو سادہ لباس میں ایک سادہ سا آدمی ہوں، میرا اس پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ میں نے دعا کی کہ مولا کریم میں نے تو تیرے مامور کی باتیں سنانی ہیں اس لئے اس پر اثر پیدا کر دینا اور یہ کام اپنے فضل سے اپنے ذمہ لے لینا۔ دعا کرتے کرتے گھر پہنچ گئے۔ گرمی بہت تھی، گھر پہنچ کر وہ وردی تبدیل کر رہے تھے، سخت پسینہ آیا ہوا تھا۔ ان کی بیٹھک میں جا کر بیٹھے تھے کہ تھانے سے سپاہی دوڑا ہوا آیا اور کہنے لگا جناب عالی سپرنٹنڈنٹ پولیس تھانے آئے ہیں وہ آپ کو یاد کر رہے ہیں۔ وہ کہنے لگا یہ تو بڑا کام خراب ہوا ہے۔ مولوی صاحب وہ تو ہمارا بڑا افسر ہے مجھے اب جانا ہی پڑے گا۔ وہ تین گھنٹہ ٹھہرا کرتا ہے پھر چلا جاتا ہے۔ آپ کو اگر بعد میں کسی چیز کی ضرورت ہو تو فلاں نام کا ہمارا نوکر ہے اسے آپ آواز دے دینا وہ آپ کی ضرورت پوری کر دے گا۔ یہ کہہ کر وہ تو تھانے چلے گئے۔ اسے گئے ہوئے قریباً پندرہ منٹ ہوئے ہوں گے میں اکیلا بڑا گھبرایا کہ اتنا وقت یہاں اکیلا کیا کروں گا۔ آخر میں نے اس نوکر کو آواز دی۔ اس پر اس کی بیوی کہنے لگی کہ مولوی صاحب آپ کو کیا چاہئے؟ خود پوچھنے لگی۔ بیٹھک میں مَیں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک دروازہ باہر گلی میں کھلتا تھا دوسرا صحن میں کمرہ کے ساتھ بھی تھا۔ میں نے کہا بہن صاحبہ! میں نے بچے کو بلایا ہے۔ کہنے لگی۔ نہیں آپ کو پانی چاہئے یا دودھ چاہئے؟ میں نے کہا پانی چاہئے۔ ’’اچھا میں ابھی لاتی ہوں اسے تو میں نے بازار بھیجا ہوا ہے کچھ خریدنے کے لئے‘‘۔ وہ خود پانی کا گلاس لے آئی۔ اس نے دروازہ تھوڑا سا کھولا اور مجھے گلاس پکڑا دیا۔ میں نے تھوڑا سا پی کر اسے واپس کر دیا۔ پیاس تو مجھے بہت تھوڑی ہی تھی۔ اس کے ساتھ اتنی بات تو ہو گئی۔ میں نے کہا بہن صاحبہ آپ کو کس وقت فرصت ہوتی ہے؟ کہنے لگی مجھے تو مولوی صاحب فرصت ہی فرصت ہے، آپ نے جب کھانا کھانا ہوگا آپ بتا دیں میں اسی وقت نوکرانی کو بلاؤں گی اور وہ کھانا تیار کر کے آپ کو بھیج دے گی۔

میں نے کہا بہن صاحبہ! مجھے ایک تکلیف ہے اگر کہو تو میں اسے پیش کر دوں۔ کہنے لگی فرمایئے! کیا ہے؟ میں نے کہا کہ آپ اس بات کو محسوس کر رہی ہیں کہ آپ کے میاں احمدیت میں کیوں شامل ہو گئے کیونکہ یہ سچی چیز نہیں ہے۔ اور ہم اس پر حیران ہیں کہ آپ اہلحدیث ہو کر احمدیت سے باہر کیوں ہیں۔ کیونکہ ہم بھی احمدیت میں داخل ہونے سے پہلے اہلحدیث ہی تھے اور ان میں سے تھے کہ ہمارے ساتھی جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے استاد تھے۔ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے پڑھتے رہے ہیں ان کے استاد کے وہ ساتھی تھے۔ تو ہمیں یہ سمجھ ہے کہ اہلحدیث ہونے کی وجہ سے تو آپ نے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی۔ کہنے لگی آپ کو کیسے سمجھ آ گئی؟ میں نے کہا آپ کو احمدیت پر اعتراض ہوں گے؟ کہنے لگی: بہت سے۔ میں نے کہا جو بہت سے ہیں ان میں کچھ بڑے ہوں گے اور کچھ چھوٹے ہوں گے، کہ سارے ایک ہی سائز کے ہیں؟ کہنے لگی دونوں قسم کے ہیں۔ میں نے کہا جو سب سے بڑا ہے پہلے وہ ہمیں بتائیں تا کہ ہم اس پر غور کریں اور اگر وہ واقعی اعتراض جائز ہوا تو ہم فوراً اس پر غور کریں گے۔ ہم نے جہنم میں جانے کی قسم تو نہیں کھائی ہوئی۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ مباہلہ اور محمدی بیگم کی پیشگوئی سے متعلق غلط فہمیوں کا ازالہ

کہنے لگی مجھے بڑے بڑے دو اعتراض ہیں۔ **ایک تو یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ مرزا صاحب کا مباہلہ ہوا اور مرزا صاحب فوت ہو گئے اور مولوی صاحب ابھی تک موجود ہیں۔ دوسرا مرزا صاحب نے کہا تھا کہ محمدی بیگم میرے نکاح میں آئے گی مگر وہ پہلے ہی فوت ہو گئے اور وہ ان کے نکاح میں بھی نہیں آئی بلکہ کسی اور کی بیوی بنی۔ اس لئے ہم کیسے مان لیں کہ مرزا صاحب سچے ہیں۔** کیونکہ مباہلہ میں فیصلہ ہو گیا اور مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط نکلی، معلوم ہوا کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں تھے۔

میں نے کہا بہن صاحبہ! معاف کرنا یہ تو دونوں پیشگوئیاں ایسے طریق پر پوری ہوئی ہیں کہ ہمارے ایمان تازہ کر گئی ہیں۔ انہی کی وجہ سے تو ہم احمدی ہوئے ہیں۔ کہنے لگی یہ کیسے ہوا۔ مرزا صاحب تو مباہلے کے نتیجہ میں فوت ہو گئے اور محمدی بیگم ان کے نکاح میں نہیں آئی تو آپ کا ایمان تازہ کیسے ہو گیا۔ میں نے کہا آپ کو صحیح نہیں بتایا گیا۔

آپ نے پہلا اعتراض مولوی ثناء اللہ صاحب کے مباہلہ کے بارے میں کیا ہے۔ ہم ان کے استاد کے خوب واقف ہیں جن کے یہ شاگرد رہے ہیں اور وہ مولوی محمد حسین بٹالوی تھے۔ میں نے بھی بسم اللہ انہی سے پڑھی تھی۔ اس لئے ہم مولوی صاحب کو بہت بہتر جانتے ہیں۔ ایسا مباہلہ تو ہوا ہی نہیں اور نہ کسی نے کیا ہے۔ وہ تو دعا مباہلہ ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا کہ آؤ خدا سے فیصلہ کروا لیتے ہیں اور دعا لکھ کر مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھجوائی کہ اسی کے نیچے جو تمہارا خیال ہے اس کی منظوری کا یا نامنظوری کا، وہ لکھ دو اور اپنے اخبار میں شائع کروا دو۔ مولوی صاحب کو جب یہ چٹھی پہنچی جو مباہلہ کے لئے تھی تو انہوں نے اسے پڑھ کر اپنے ہی اخبار اہلحدیث میں جواب دیا۔ پہلے وہ ساری دعا درج کی اور اس کے نیچے لکھ دیا کہ یہ جو شیطان کی آنت سے بھی لمبی دعا ہے یہ مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔ میں نے کہا بہن صاحبہ! ذرا اسے سمجھیں۔

وہ حیران ہو کے کہنے لگی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہ کہاں لکھا تھا؟ میں نے کہا جہاں سے آپ نے دعا پڑھی ہے وہ آپ کو معلوم ہے؟ کہنے لگی وہ تو اب بہت پرانی بات ہے وہ اخبار ضائع ہو گیا۔ میں نے کہا آپ نے پھر ساری نہیں پڑھی۔ انہوں نے لکھا تھا کہ مجھے یہ مباہلہ منظور نہیں ہے اور نہ کوئی دانا اسے منظور کر سکتا ہے۔ کہنے لگی کہ اگر آپ یہ کہیں سے مجھے دکھا دیں تو میں یہ سمجھوں گی کہ واقعتاً مولوی صاحب زیادتی کرتے رہے ہیں۔ ...... میں نے اپنے پاس یہ سارے ریکارڈ رکھے ہوتے تھے۔ میں نے فوراً اہلحدیث والا اخبار نکال کر اسے دکھایا اور کہا بہن صاحبہ اسے خود پڑھ لیں۔ جب اس نے خود پڑھا تو اس کے پاؤں سے زمین نکل گئی۔ کہنے لگی کہ وہ تو کہتے تھے کہ میں نے مباہلہ کیا اور یہاں کہتے ہیں کہ اسے تو کوئی منظور ہی نہیں کر سکتا اور یہ تمہاری دعا مجھے منظور ہی نہیں، وہ تو نامنظور کر چکے ہیں۔ وہ اخبار پڑھ کر مجھے اس نے واپس کر دیا۔ کہنے لگی اچھا اسے چھوڑیں۔ میں نے کہا اسے کہاں چھوڑیں؟ آیا میری بات سچی نکلی یا آپ کا خیال سچا نکلا؟ کہنے لگی نہیں، آپ کی بات سچی نکلی۔ میں نے کہا بہت اچھا۔

دوسرا اعتراض کہ محمدی بیگم کی شادی مرزا صاحب سے نہیں ہوئی؟ مرزا صاحب کوئی کنوارے نہیں تھے ان کی شادی بڑے بزرگ خاندان میں دہلی میں ہوئی ہوئی تھی۔ مرزا صاحب کو نہ مزید شادی کی ضرورت تھی اور نہ وہ چاہتے تھے۔ انہوں نے یعنی لڑکی کے باپ نے آپ سے نشان طلب کیا تھا کہ اگر آپ کا دعویٰ سچا ہے تو کوئی نشان دکھائیں۔ اس پر مرزا صاحب نے اپنے خدا کے حضور دعا کی تو آپ کو یہ الہام ہوا کہ ان سے رشتہ کا مطالبہ کرو۔ مرزا صاحب نے انہیں لکھا کہ دیکھو نشان، اگر آپ اپنی لڑکی محمدی بیگم کا مجھ سے نکاح کر دیں تو آپ کا گھر برکتوں سے بھر جائے گا اور اگر آپ نے کسی اور جگہ اس کا نکاح کیا تو آپ بہت جلد مر جائیں گے اور آپ کے گھر پر بہت تباہی آئے گی۔ اور جہاں آپ اس کی شادی کریں گے اگر وہ بھی میری مخالفت کرے گا تو وہ بھی تین سال کے اندر اندر مر جائے گا۔ یہی آپ کے لئے نشان ہے۔ یا تو میرے ساتھ نکاح کر کے رحمت خرید لو یا پھر دوسری جگہ نکاح کر کے خدا کا غضب خرید لو۔ بعد میں ہوا کیا کہ جس وقت یہ مطالبہ کیا گیا اس وقت لڑکی کی عمر نو اور دس سال کے درمیان تھی۔ آپ خود سمجھ سکتی ہیں کہ اس عمر میں نہ لڑکی جوان ہوتی ہے اور نہ کوئی خوبصورتی ہوتی ہے اور نہ مرزا صاحب کو شادی کی ہی ضرورت تھی تو پھر یہ مطالبہ کیسا؟ یہ محض ایک نشان کے طور پر بات تھی۔ اب یہ نشان کس طرح ظاہر ہوا؟ اس لڑکی کے والد نے جب اس کی عمر پندرہ یا سولہ سال کی ہوئی تو انہوں نے مرزا سلطان محمد سے نکاح کر دیا۔ اب جبکہ دوسری جگہ نکاح کر دیا تو کیا نشان ملنا چاہیے تھا؟ کہنے لگی کہ نکاح کرنے کے بعد لڑکی کے باپ کو مر جانا چاہئے تھا۔ مَیں نے کہا تین ماہ اور اکیس دن کے بعد اس کا باپ مر گیا تھا۔ اور اس کی بیوی جو اس لڑکی کی ماں تھی گویا احمد بیگ کی بیوی، اس کا لڑکا محمد بیگ اور محمد بیگ کا لڑکا محمود بیگ اور محمدی بیگم کی بہن یہ سب کل گیارہ افراد تھے سب کے سب احمدی ہو گئے۔ تو جو کچھ مرزا صاحب نے کہا تھا وہ سچ نکلا یا نہیں؟

دوسری بات، اس پیشگوئی کے متعلق بھی ایک پیشگوئی تھی کہ یہ اس قسم کی پیشگوئی ہے کہ يَمُوْتُ وَيَبْقٰى مِنْهُ كِلَابٌ مُتَعَدِّدَةٌ۔ کہ اس بات پر لوگ کتوں کی طرح بھونکتے رہیں گے۔ اب ہم جہاں بھی جاتے ہیں اکثر جگہوں پر یہی لوگ کہتے ہیں کہ محمدی بیگم نکاح میں نہیں آئی تھی۔ جدھر جاؤ یہی سوال سنتے ہیں اور وہی پیشگوئی بار بار پوری ہو رہی ہے۔ اور بھی ہزاروں پیشگوئیاں ہیں لیکن ان سب کو چھوڑ کر اسی کو بار بار پیش کرتے ہیں۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے تو پہلے ہی بتا دیا تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔ وہ تو بیچاری یہ باتیں سن کے حیران ہو گئی۔ میں نے کہا جن کے متعلق پیشگوئی تھی اور جن کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کا سامان کرنا تھا ان

باقی صفحہ 15 پر ملاحظہ فرمائیں

بقیہ خطاب حضور انور۔ از صفحہ نمبر 20

نشان دکھاتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے بندے جن کو گو دنیا والے برا کہتے ہیں اور جن کی خاطر اللہ تعالیٰ نشان دکھاتا ہے وہ پھر بھی مخلوق کی ہمدردی کی وجہ سے جو مذہب نے ان کے دل میں پیدا کی ہے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس عذاب کو ٹال دے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جو عذاب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشان کے طور پر آیا اس وقت آپ بے چین ہو کر مخلوق کی زندگی کی دعا کرتے تھے۔

ایک صحابی نے لکھا کہ ایک رات طاعون کے دنوں میں مَیں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو رات سجدہ ریز اس طرح گڑگڑاتے ہوئے دیکھا ہے جس طرح ہنڈیا ابل رہی ہو۔ قریب ہو کر مَیں نے سنا تو آپ دعا کر رہے تھے کہ اے اللہ! اس عذاب سے دنیا کو بچالے، ان کو عقل دے۔ (ماخوذ از سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 429-428)

پس کیا مذہب ظلم کرتا اور خون بہاتا ہے یا کہ اس کے حقیقی ماننے والے ہمدردیٔ خلق کرتے ہیں؟ بہرحال دنیا جو بھی کہتی رہے۔ مسلمان بھی جنہوں نے زمانے کے امام کو نہیں مانا چاہے اس بات کو سمجھیں یا نہ کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے اور اسی محبت کے تقاضے کے تحت ہی وہ مختلف مذاہب مختلف وقتوں میں بھیجتا رہا اور آخری مذہب اسلام کا جس نے ہر چیز کا احاطہ کیا ہوا تھا بھیجا اور قرآن کو ہم پر شریعت کے طور پر اتارا۔ اس نے اس زمانے میں بھی اس کامل اور مکمل شریعت کے ساتھ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تو آپ کے غلام صادق کو بھی اس زمانے میں بھیجا جنہوں نے ہمیں مذہب کی حقیقت کے بارے میں بتایا اور ہمیں آپ کی بیعت میں آنے کی توفیق عطا فرمائی۔

پس اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہی آپ کے سامنے یہ پیش کروں گا کہ مذہب کیا ہے؟ مذہب کی ضرورت کیوں ہے؟ آج جب ہر طرف سے مذہب پر اعتراضات کی بھرمار ہے ہمیں اس ضرورت کا پتا لگنا چاہئے۔ ہمیں پتا چلنا چاہئے کہ ہمارے اپنے فرائض کیا ہیں؟ ہمیں پتا لگنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ پھر یہ بھی کہ مذہب اسلام کی صداقت باقی مذاہب پر کیا ہے اور اسلام اپنے ماننے والوں سے کیا چاہتا ہے۔ اور صرف چاہتا ہی نہیں بلکہ اپنے ماننے والوں کو کیا دیتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ مذہب زندگی بخشتا ہے تو مذہب کس طرح زندگی بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُمّت واحدہ بنانے کے سامان کئے ہیں کہ دنیا کے فساد دُور ہوں اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقصد کو پورا فرمایا۔ اسی بارے میں جیسا کہ مَیں نے کہا آپ علیہ السلام کی بے شمار جو تحریرات ہیں ان میں سے چند ایک آپ کے سامنے پیش کروں گا تا کہ پتا لگے کہ مذہب کیا ہے؟ اور آپ ہم سے اس بارے میں کیا چاہتے ہیں۔ ایک جگہ ایک سوال کرنے والے کے سوال کے جواب میں کہ مذہب کیا ہے؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:۔

''مذہب کیا ہے؟ وہی راہ ہے جس کو وہ اپنے لئے اختیار کرتا ہے۔ مذہب تو ہر شخص کو رکھنا پڑتا ہے۔ اور وہ لامذہب انسان جو خدا کو نہیں مانتا اس کو بھی ایک راہ اختیار کرنی لازمی ہے۔ اور وہی مذہب ہے۔'' جو بھی رستہ تم اختیار کرو گے وہ مذہب ہے۔ ''مگر ہاں امر غور طلب یہ ہونا چاہئے کہ جس راہ کو اختیار کیا ہے کیا وہ راہ وہی ہے جس پر چل کر اس کو سچی استقامت اور دائمی راحت اور خوشی اور ختم نہ ہونے والا اطمینان مل سکتا ہے؟'' اب یہ جو مذہب کو نہیں مانتے ان سے کوئی پوچھے تمہیں کتنا اطمینان مل گیا؟ فرمایا ''دیکھو مذہب تو ایک عام لفظ ہے۔ اس کے معنی چلنے کی جگہ یعنی راہ کے ہیں اور یہ دین کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ ہر قسم کے علوم وفنون طبقات الارض، طبعی، طبابت، ہیئت وغیرہ میں بھی ان علوم کے ماہرین کا ایک مذہب ہوتا ہے۔ اس سے کسی کو چارہ ہوسکتا ہی نہیں۔ یہ تو انسان کے لئے لازمی امر ہے۔ اس سے باہر ہو نہیں سکتا۔ پس جیسے انسان کی رُوح جسم کو چاہتی ہے۔ معانی الفاظ اور پیرایہ کو چاہتے ہیں اسی طرح انسان کو مذہب کی ضرورت ہے۔ ہماری یہ غرض نہیں ہے اور نہ ہم یہ بحث کرتے ہیں کہ کوئی اللہ کہے یا گاڈ کہے یا پرمیشر۔ ہمارا مقصد تو صرف یہ ہے کہ جس کو وہ پکارتا ہے۔ اس نے اس کو سمجھا کیا ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ کوئی نام لو مگر یہ بتاؤ کہ تم اسے کہتے کیا ہو؟'' سمجھتے کیا ہو؟ ''اس کے صفات تم نے کیا قائم کئے ہیں؟ صفات الٰہی کا مسئلہ ہی تو بڑا مسئلہ ہے جس پر غور کرنا چاہیے۔''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 236۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس اسلام نے تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی صفات بتائی ہیں اور بتایا کوئی بھی صفت کبھی بھی معطّل نہیں ہوئی۔ پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:۔

''مذہب کا خلاصہ دو ہی باتیں ہیں اور اصل میں ہر مذہب کا خلاصہ ان دو ہی باتوں پر آکر ٹھیرتا ہے یعنی حق اللہ اور حق العباد......'' فرمایا کہ ''یاد رکھنا چاہئے کہ حق دو ہی ہیں ایک خدا کے حقوق کہ اسے کس طرح پر ماننا چاہئے اور کس طرح اس کی عبادت کرنی چاہئے۔ دوم بندوں کے حقوق یعنی اس کی مخلوق کے ساتھ کیسی ہمدردی اور مواسات کرنی چاہئے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 119۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

کس طرح اس کی غم خواری کرنی چاہئے۔ کس طرح اس سے مختلف حسن سلوک کرنا چاہئے۔ پس کس خوبصورتی سے مختصر الفاظ میں مذہب پر اعتراض کرنے والوں کا آپ نے منہ بند کیا کہ یہ دو حقوق یعنی اللہ کا حق اور بندوں کا حق ادا کرنے والے ہی حقیقی مذہب کو ماننے والے ہیں۔ اور بندوں کے حق ادا ہوتے ہیں حقیقی ہمدردی کرنے سے، دوسروں کے غم میں شریک ہونے سے، ان کی غلطیوں کو معاف کرنے سے، پیار اور محبت کرنے سے۔ پس یہ مذہب ہے جو اسلام نے ہمیں سکھایا نہ کہ خون کرنے کا۔ پھر آپ نے فرمایا:

''اگرچہ دنیا کے لوگ سچے مذہب کے پرکھنے کے معاملہ میں ہزارہا پیچ در پیچ مباحثات میں پڑ گئے ہیں اور پھر بھی کسی منزل مقصود تک نہیں پہنچے لیکن سچ بات یہ ہے کہ جو مذہب انسانی نابینائی کے دُور کرنے اور آسمانی برکات کے عطا کرنے کے لئے اس حد تک کامیاب ہوسکے جو اس کے پیروی کی عملی زندگی میں خدا کی ہستی کا اقرار اور نوع انسان کی ہمدردی کا ثبوت نمایاں ہو وہی مذہب سچا ہے اور وہی ہے جو اپنے سچے پابند کو اس منزل مقصود تک پہنچا سکتا ہے جس کی اس کی روح کو پیاس لگادی گئی ہے۔ اکثر لوگ صرف ایسے فرضی خدا پر ایمان لاتے ہیں جس کی قدرتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئی ہیں اور جس کی شکتی اور طاقت صرف قصوں اور کہانیوں کے پیرایہ میں بیان کی جاتی ہے۔ پس یہی سبب ہوتا ہے کہ ایسا فرضی خدا ان کو گناہ سے روک نہیں سکتا بلکہ ایسے مذہب کی پیروی میں جیسے جیسے ان کا تعصب بڑھتا جاتا ہے ویسے ویسے فسق و فجور پر شوخی اور دلیری زیادہ پیدا ہوتی جاتی ہے اور نفسانی جذبات ایسی تیزی میں آتے ہیں کہ جیسے ایک دریا کا بند ٹوٹ کر اردگرد پانی اس کا پھیل جاتا ہے اور کئی گھروں اور کھیتوں کو تباہ کر دیتا ہے۔''

اب مسلمان بے شک مذہب کا نام اسلام کہتے رہیں لیکن جب تک یہ چیزیں پیدا نہیں ہوتیں ان کا حال یہی ہے اور یہ جو بند باندھتے ہیں اس کی حقیقت اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام نے بتائی ہے اور راستوں کو روشن کر کے دکھایا ہے۔ پس اگر مذہب کو سمجھنا ہو تو آپ کا ماننا ضروری ہے۔

پھر فرمایا کہ: ''وہ زندہ خدا جو قادرانہ نشانوں کے شعاع اپنے ساتھ رکھتا ہے اور اپنی ہستی کو تازہ بتازہ معجزات اور طاقتوں سے ثابت کرتا رہتا ہے وہی ہے جس کا پانا اور دریافت کرنا گناہ سے روکتا ہے اور سچی سکینت اور شانتی اور تسلی بخشتا ہے اور استقامت اور دلی بہادری کو عطا فرماتا ہے۔ وہ آگ بن کر گناہوں کو جلادیتا ہے اور پانی بن کر دنیا پرستی کی خواہشوں کو دھوڈالتا ہے۔ مذہب اسی کا نام ہے جو اس کو تلاش کریں اور تلاش میں دیوانہ بن جائیں۔'' فرمایا ''یاد رہے کہ محض خشک جھگڑے اور سبّ وشتم اور سخت گوئی اور بدزبانی جو نفسانیت کی بنا پر مذہب کے نام پر ظاہر کی جاتی ہے۔ اور اپنی اندرونی بدکاریوں کو دُور نہیں کیا جاتا اور اس محبوب حقیقی سے سچا تعلق پیدا نہیں کیا جاتا اور ایک فریق دوسرے فریق پر نہ انسانیت سے بلکہ کتّوں کی طرح حملہ کرتا ہے اور مذہبی حمایت کی اوٹ میں ہر ایک قسم کی نفسانی بدذاتی دکھلاتا ہے کہ یہ گندہ طریق جو سراسر استخوان ہے'' گلی سڑی ہڈی یا گٹھلی کی طرح ہے۔ کوئی اس میں پھل نہیں۔ فرمایا'' اس لائق نہیں کہ اس کا نام مذہب رکھا جائے۔ افسوس ایسے لوگ نہیں جانتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے۔ اور اصل اور بڑا مقصود ہمارا اس مختصر زندگی سے کیا ہے بلکہ وہ ہمیشہ اندھے اور ناپاک فطرت رہ کر صرف متعصّبانہ جذبات کا نام مذہب رکھتے ہیں اور ایسے فرضی خدا کی حمایت میں دنیا میں بداخلاقی دکھلاتے اور زبان درازیاں کرتے ہیں جس کے وجود کا ان کے پاس کچھ بھی ثبوت نہیں۔ وہ مذہب کس کام کا مذہب ہے جو زندہ خدا کا پرستار نہیں بلکہ ایسا خدا ایک مردے کا جنازہ ہے جو صرف دوسروں کے سہارے سے چل رہا ہے۔ سہارا الگ ہوا اور وہ زمین پر گرا۔ ایسے مذہب سے اگر ان کو کچھ حاصل ہے تو صرف تعصّب۔ اور حقیقی خدا ترسی اور نوع انسان کی سچی ہمدردی جو افضل الخصائل ہے بالکل ان کی فطرت سے مفقود ہو جاتی ہے۔'' صرف تعصب ان کو حاصل ہوتا ہے اور حقیقی خدا ترسی اور نوع انسان کی سچی ہمدردی جو بہترین خصائل میں سے ہے بالکل ان کی فطرت سے مفقود ہو جاتی ہے'' اور اگر ایسے شخص کا اُن سے مقابلہ پڑے جو اُن کے مذہب اور عقیدے کا مخالف ہو تو فقط اسی قدر مخالفت کو دل میں رکھ کر اس کی جان اور مال اور عزت کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اگر ان کے متعلق کسی غیر قوم کے شخص کا کام پڑ جائے تو انصاف اور خدا ترسی کو ہاتھ سے دے کر چاہتے ہیں کہ اس کو بالکل نابود کردیں اور وہ رحم اور انصاف اور ہمدردی جو انسانی فطرت کی اعلیٰ فضیلت ہے بالکل ان کے طبائع سے مفقود ہو جاتی ہے اور تعصب کے جوش سے ایک ناپاک درندگی ان کے اندر سما جاتی ہے اور نہیں جانتے کہ اصل غرض مذہب سے کیا ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 27 تا 29)

پھر مذہب کی ضرورت کے بارے میں آپ نے فرمایا کہ: ''اگر کوئی حقیقی سچائی کا بھوکا اور پیاسا ہے تو ضرور اس کو ماننا پڑے گا کہ مذہب کے وجود سے پہلے یہ خداداد تقسیم طبائع میں ہوچکی ہے کہ کسی کی فطرت میں غلبہ حلم اور محبت اور کسی کی فطرت میں غلبہ درشتی اور غضب ہے۔ اب مذہب یہ سکھلاتا ہے کہ وہ محبت اور اطاعت اور صدق اور وفا جو مثلاً ایک بُت پرست یا انسان پرست مخلوق کی نسبت عبادت کے رنگ میں بجا لاتا ہے اُن ارادوں کو خدا کی طرف پھیرے اور وہ اطاعت خدا کی راہ میں دکھلائے۔'' فرمایا کہ ''یہ سوال کہ مذہب کا تصرف انسانی قُویٰ پر کیا ہے انجیل نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا...... لیکن قرآن شریف بڑی تفصیل سے بار بار اس مسئلہ کو حل کرتا ہے کہ مذہب کا یہ منصب نہیں ہے کہ انسانوں کی فطرتی قُویٰ کی تبدیل کرے اور بھیڑیئے کو بکری بنا کر دکھلائے بلکہ مذہب کی صرف علّت غائی یہ ہے'' یہی اس کا مقصد ہے'' کہ جو قُویٰ اور ملکات فطرتاً انسان کے اندر موجود ہیں ان کو اپنے محل اور موقعہ پر لگانے کے لئے رہبری کرے۔ مذہب کا یہ اختیار نہیں ہے کہ کسی فطرتی قوّت کو بدل ڈالے۔ ہاں یہ اختیار ہے کہ اس کو محل پر استعمال کرنے کے لئے ہدایت کرے اور صرف ایک قوّت مثلاً رحم یا عفو پر زور نہ ڈالے بلکہ تمام قوتوں کے استعمال کیلئے وصیّت فرمائے کیونکہ انسانی قوّتوں میں سے کوئی بھی قوّت بُری نہیں بلکہ افراط اور تفریط اور بداستعمالی بُری ہے اور جو شخص قابلِ ملامت ہے وہ صرف فطرتی قُویٰ کی وجہ سے قابل ملامت نہیں بلکہ ان کے بداستعمالی کی وجہ سے قابل ملامت ہے۔''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب۔ روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 341-340)

پس غلط استعمال ہوں، غلط رستوں پر چلو گے تو اس وجہ سے قابل ملامت ہو گے۔ پس فرمایا اس بات کو تم ہمیشہ ذہن میں رکھو۔ پس یہ ہے اسلام کی خوبصورتی کہ سموئے ہوئے احکامات دیتا ہے اور ان ضرورتوں کو پورا کرتا ہے جو فطرت کا تقاضا ہیں۔ اسلام کے علاوہ نہ کسی مذہب میں، نہ کسی دنیاوی قانون میں یہ حسن نظر آتا ہے جو انسان کے فطری تقاضے پورے کرے۔ دنیاوی قانون بھی بنتے ہیں۔ کچھ عرصے بعد ان پر بحث شروع ہو جاتی ہے کہ اسے کس طرح حالات کے مطابق کیا جائے۔ اسلام کے بعض قوانین پر اعتراض کرنے والے تو اعتراض کرتے ہیں لیکن یہ ان کو یاد رکھنا چاہئے کہ خود ہی جیسے پہلے بھی کئی دفعہ ہو چکا ہے اور آئندہ بھی ہوگا کہ ان کے اعتراضات انہی پر پڑتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''واضح رہے کہ مذہب کے اختیار کرنے سے اصل غرض یہ ہے کہ تا وہ خدا جو سرچشمہ نجات کا ہے اس پر ایسا کامل یقین آجائے کہ گویا اس کو آنکھ سے دیکھ لیا جائے''۔ پس یہ یقین پیدا کرنا مذہب کا کام ہے۔ اگر یہ یقین نہیں آتا تو پھر فکر کی ضرورت ہے۔ ''کیونکہ گناہ کی خبیث روح انسان کو ہلاک کرنا چاہتی ہے اور انسان گناہ کی مہلک زہر سے کسی طرح بچ نہیں سکتا جب تک اس کو اس کامل اور زندہ خدا پر پورا یقین نہ ہو اور جب تک معلوم نہ ہو کہ وہ خدا ہے جو مجرم کو سزا دیتا ہے اور راستباز کو ہمیشہ کی خوشی پہنچاتا ہے۔ یہ عام طور پر ہر روز دیکھا جاتا ہے کہ جب کسی چیز کے مہلک ہونے پر کسی کو یقین آجائے تو پھر وہ شخص اس چیز کے نزدیک نہیں جاتا۔ مثلاً کوئی شخص عمداً زہر نہیں کھاتا۔ کوئی شخص شیر خونخوار کے سامنے کھڑا نہیں ہوسکتا۔ اور کوئی شخص عمداً سانپ کے سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ پھر عمداً گناہ کیوں کرتا ہے۔ اس کا یہی باعث ہے کہ وہ یقین اس کو حاصل نہیں جو اُن دوسری چیزوں پر حاصل ہے۔ پس سب سے مقدم انسان کا یہ فرض ہے کہ خدا پر یقین حاصل کرے اور اس مذہب کو اختیار کرے جس کے ذریعہ سے یقین حاصل ہوسکتا ہے تا وہ خدا سے ڈرے اور گناہ سے بچے۔ مگر ایسا یقین حاصل کیونکر ہو۔ کیا یہ صرف قصّوں کہانیوں سے حاصل ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا یہ محض عقل کے ظنّی دلائل سے میسر آسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس واضح ہو کہ یقین کے حاصل ہونے کی صرف ایک ہی راہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے مکالمہ کے ذریعہ سے اس کے خارق عادت نشان دیکھے۔ اور بار بار کے تجربہ سے اس کی جبروت اور قدرت پر یقین کرے یا ایسے شخص کی صحبت میں رہے جو اس درجہ تک پہنچ گیا ہے۔''

(نسیم دعوت۔ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 448-447)

(باقی آئندہ)

جماعت احمدیہ جنوبی کوریا کی
سیول انٹرنیشنل بک فیئر میں کامیاب شمولیت

(رپورٹ: ڈاکٹر داؤد احمد ملک۔ صدر جماعت احمدیہ کوریا)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کوریا کو کوریا کے سب سے بڑے بک فیئر Seoul International Book Fair میں 18 تا 22 جون 2014ء جماعتی سٹال لگانے کی توفیق ملی۔ یہ بک فیئر جنوبی کوریا کے دارالحکومت Seoul کی Coax Buildings میں منعقد ہوتا ہے۔

سٹال پر قرآنی آیات کے تراجم پر مشتمل بینرز آویزاں کئے گئے۔ نیز Love for All, Hatred for None کا بینر لوگوں کی توجہ کا مرکز رہا۔ متعدد زائرین نے ان بینرز کے بارہ میں استفسار کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب کو اسلام کی حقیقی تعلیم کے بارہ میں تسلی بخش معلومات فراہم کی گئیں اور ان کے سوالات کے مثبت جوابات دیئے گئے۔

سٹال پر قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کے علاوہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مختلف کتب، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب World Crisis and the Pathway to Peace کا کورین ترجمہ اور جماعت احمدیہ کے تعارف پر مشتمل لٹریچر سٹال کی زینت رہیں۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کتاب World Crisis and the Pathway to Peace کی تقریب رونمائی بک فیئر کے آخری روز ہوئی۔ اس تقریب میں زائرین کو اِس کتاب اور حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا تعارف پیش کیا گیا۔ میڈیا سے تعلق رکھنے والے احباب بھی اس تقریب میں موجود تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس تقریب سے جماعت کا وسیع پیمانے پر تعارف ہوا۔

ایک زائر نے سٹال پر آکر کہا کہ گزشتہ سال بھی وہ جماعت کے سٹال پر آئے تھے اور ان سے وعدہ کیا گیا تھا کہ انہیں کورین زبان میں قرآن کریم تحفۃً دیا جائے گا۔ جب انہیں کورین قرآن کریم تحفۃً دیا گیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔

عرب ممالک سے تعلق رکھنے والے بعض زائرین متعصّبانہ رویّہ ظاہر کرتے ہوئے جماعت کے سٹال پر آئے۔ ان کو جماعت کا مکمل تعارف کرایا گیا اور ان کے سوالات کے بھی تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔ اور عربی زبان میں جماعتی کتب دی گئیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریباً 1000 افراد نے جماعت کے سٹال کا وزٹ کیا اور تقریباً 5000 کی تعداد میں لٹریچر تقسیم کیا گیا۔

قارئین سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سٹال کے بہترین نتائج پیدا کرے۔ آمین

☆......☆......☆

بقیہ: دلچسپ اور ایمان افروز از صفحہ 13

سب کو تو ہدایت ہوگئی۔ وہ سارے احمدی ہو گئے اور اردگرد کے لوگ جن کا نہ محمدی بیگم سے کوئی تعلق، نہ ان کی بہن سے تعلق وہ ہی ان اعتراضوں میں کوشاں ہیں۔ وہ لڑکی ہنس پڑی۔ کہنے لگی مولوی صاحب! آپ نے تو یہ سب کچھ سنا کر حیران کر دیا اور یہی دو اعتراض مجھے ہمیشہ کھٹکتے رہتے تھے۔ اور بھی چھوٹے چھوٹے کچھ اعتراضات ہیں اور جہاں یہ دو بڑے اعتراض درست نہیں تھے تو پتہ چلا کہ چھوٹے چھوٹے اعتراضات بھی ویسے ہی ہوں گے۔

میں نے کہا بہن صاحبہ! کوئی اور بھی اعتراض ہے تو میری طرف سے اجازت ہے آپ خوشی سے بیان کریں۔ اور اب اگر ہم یہ نشان دیکھ کر احمدی ہو گئے ہیں تو مجھے آپ بتائیں ہم نے کیا بُرا کیا ہے؟ خاموش ہوگئی۔

میں نے جلدی سے بیعت فارم نکالا اور کہا کہ بہن صاحبہ! یہ شرائط ہیں جو مرزا صاحب نے بیعت کے وقت ہم سے لی تھیں مہربانی کر کے ذرا انہیں پڑھ لیں۔ اس نے وہ دس شرائط پڑھیں۔ میں نے کہا ان پر کوئی آپ کو اعتراض ہے؟ کہنے لگی کہ جو اسلام کا خلاصہ ہے اس پر میں کیسے اعتراض کرسکتی ہوں۔ میں نے کہا اچھا پھر ان سب کو ایک دفعہ دوبارہ پڑھو۔ پھر اس نے پڑھا۔ میں نے کہا شاید اب پڑھ کر کوئی اعتراض ذہن میں آیا ہو۔ کہنے لگی نہیں۔ اس میں اعتراض والی بات ہے ہی کوئی نہیں۔ میں نے کہا اب اس فارم کے دوسری طرف پلٹ کر دیکھیں کہ بیعت کے الفاظ کیا ہیں۔ اس نے وہ بھی پڑھے۔ میں نے کہا کیا اب بھی کوئی اعتراض ہے؟ کہنے لگی نہیں، کوئی اعتراض والی بات نہیں ہے۔ میں نے کہا تو پھر ہم نے جو بیعت کرلی تو اچھا کیا یا بُرا کیا؟ کہنے لگی اچھا کیا۔ میں نے کہا کہ ہم نے قرآن پاک اور حدیث کے ماتحت اللہ اور اس کے رسول سے ڈرتے ہوئے جب بیعت کرلی ہے تو آپ کو کیوں انکار ہے؟ کہنے لگی نہیں، اب تو مجھے کوئی انکار نہیں ہے۔ میں نے کہا پھر تم یہ فارم پُر کرو۔ وہ فوراً قلم لے آئی اور انگریزی میں فارم پُر کر دیا۔ میں نے کہا اب اس کا جواب آپ کو قادیان سے آئے گا۔ آپ کو بہن صاحبہ بہت بہت مبارک ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بہت بڑا رحم کر دیا ہے۔ کہنے لگی: مولوی صاحب! میں آپ کا بڑا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ اگر آپ نہ آتے اور یہ ساری باتیں نہ سناتے تو میں تو ساری زندگی کٹر اہلحدیث ہی رہتی۔ میں نے کہا کہ میں نے آپ کو پہلے بتایا تھا کہ ہم بھی کٹر اہلحدیثوں میں سے ہی احمدی ہوئے تھے۔ اور اسی وجہ سے ہی اسے زیادہ توجہ پیدا ہوگئی تھی۔ بہرحال وہ ایک بڑے گلاس میں گرم دودھ لے آئی۔ میں نے کہا مجھے آدھا گلاس ہی دینا۔ خیر وہ آدھا گلاس دودھ لے آئی اور کہنے لگی باقی آدھا میں خود ہی پی لیتی ہوں۔ اس طرح میرا قریباً دو گھنٹہ وقت اس پر خرچ ہوا۔ آدھا گھنٹہ پہلے چپ رہا اور بعد میں آدھا گھنٹہ چپ رہنے کا مل گیا۔ کچھ اور بھی باتیں اسے سنائیں۔

تین گھنٹہ کے بعد انسپکٹر صاحب پھونکیں مارتے آگئے۔ چونکہ گرمی بہت زیادہ تھی اور بہت پسینہ بھی آیا ہوا تھا۔ خیر پہنچ گئے اور کہنے لگے کہ جب میں یہاں سے روانہ ہو چکا تھا تو مجھے راستہ میں خیال آیا اور بڑی ذہنی کوفت بھی ہوئی کہ کیوں نہ میں آتے وقت مولوی صاحب سے کہہ آیا کہ میرے گھر والوں کو کوئی بات سمجھائیں۔ میں نے کہا آپ کی موجودگی میں تو اُن سے باتیں کرسکتا ہوں مگر آپ کی عدم موجودگی میں تو بات آپ کی بیوی سے نہیں کرسکتا۔ آپ ایسا کریں کہ یہ بیعت فارم آپ لے جائیں اور اسے کہیں کہ وہ اسے پڑھے۔ کہنے لگا وہ تو الفضل اخبار نہیں پڑھتی، یہ کیسے پڑھے گی۔ میں نے کہا اگر نہیں پڑھتی تو اس کی مرضی، یہ میری طرف سے فارم دیں اور کہیں کہ مولوی صاحب نے یہ کاغذ دیا ہے آپ اسے ذرا پڑھ لیں۔ میں نے وہ فارم اسے کھول کر دیا۔ وہ دیکھ کر کہنے لگے، یہ کیا بات ہے اس پر دستخط تو میری بیوی کے ہیں۔ میں نے پھر کہا کہ کن کے ہیں؟ ''یہ تو میری بیوی کے ہیں''۔ وہ فارم لے کر اندر چلے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ یہ دستخط آپ نے بیعت فارم پر کئے ہیں۔ کہنے لگی: ہاں۔ کہنے لگا: اب کیسے کر دیئے؟ آپ تو الفضل اخبار کو ہاتھ تک نہیں لگایا کرتی تھیں۔ میں کہتا تھا اسے پڑھ لو تو کہتی تھیں کہ آپ کی بیوی ہوں آپ کی ہر طرح خدمتگزار ہوں مگر مذہب کے معاملہ میں آپ نے دخل نہیں دینا۔ اب کیا اچانک ہوا! کہنے لگی میرے جو اعتراضات احمدیت پر تھے وہ مولوی صاحب نے حل کر دیئے اور مجھے ان کی سمجھ آگئی اس لئے میں نے بیعت کر لی۔ ان کے میاں میرے پاس بہت ہی خوشی میں آئے اور کہنے لگے کہ میری تو زندگی سنور گئی آپ کی اس محنت سے۔ اور میں سمجھ رہا ہوں کہ میری تو آج شادی ہوئی ہے۔ میں نے کہا بہت اچھا ہم بھی کل آپ کا ولیمہ کھا کر ہی جائیں گے۔ انہوں نے اگلے دن ولیمہ ہی بنایا یعنی زردہ، پلاؤ اور فرنی غرضیکہ بہت خدمت کر کے مجھے واپس بھیجا''۔

(میری یادیں (حصہ دوم) صفحہ 48 تا 60)

قائم شدہ 1952ء
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
SHARIF
JEWELLERS
SINCE 1952
Aqsa Road Rabwah
0092 47 6212515
28 London Rd, Morden SM4 5BQ
0044 20 3609 4712

R & R
CAR SERVICES LTD
Abdul Rashid
Diesel & Petrol Car Specialist
Unit-15 Summerstown, SW17 0BQ
Tel: 020 8877 9336
Mob: 07782333760

MOT
CLASS IV: £48
CLASS VII: £56
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں
احمدیوں پر ہونے والے دردناک مظالم کی الم انگیز داستان

{2015ء میں سامنے آنے والے چند تکلیف دہ واقعات سے انتخاب}

(عبدالرحمان)

(قسط نمبر157)

قارئین الفضل کی خدمت میں ماہ دسمبر 2014ء اور جنوری 2015ء کے دوران پاکستان میں احمدیوں کی مخالفت کے واقعات کا خلاصہ پیش ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر احمدی کو محض اپنے فضل سے اپنے حفظ و امان میں رکھے، اور جلد از جلد ان شریروں کی پکڑ کا سامان فرمائے۔ آمین

....

ربوہ مخالفین کے نشانہ پر

دسمبر/جنوری، 15/2014ء: سالِ گزشتہ کے اختتام پر مخالفینِ احمدیت شدّت پسند عناصر ربوہ میں مخالفانہ سرگرمیوں کو تیز کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ اپنے مذموم ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے انہوں نے ربوہ میں موجود جماعتِ احمدیہ کی مساجد، ربوہ شہر میں موجود احمدیوں کے گھروں، دکانوں نیز جماعتِ احمدیہ کی طرف سے شائع کردہ کتب وغیرہ پر لکھی گئی اسلامی تحریرات کو نشانہ بناتے ہوئے ربوہ کے معصوم احمدیوں پر دباؤ ڈالنے کا ارادہ کیا۔ اس منصوبہ بندی کے لئے مقامی سیاستدانوں کو مُلّاں نے پہلے سے ہی اعتماد میں لے رکھا تھا اور بعض اطلاعات کے مطابق مُلّاں کو انتظامیہ سے تعلق رکھنے والے بعض افراد کی حمایت بھی حاصل تھی۔

انہوں نے ربوہ میں متعدد مقامات کی نشاندہی کی جہاں پر لکھی گئی اسلامی عبارات سے ان کی 'دل شکنی' ہوتی تھی۔ (ان عبارات کو احمدی اور غیر احمدی دونوں احباب عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں)۔ انہوں نے احمدیوں کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ 26/دسمبر کا جمعہ ربوہ کے داخلی راستے پر موجود دریائے چناب کے پُل پر ادا کریں گے اور عین ممکن ہے کہ اس بڑی سڑک کو بھی بلاک کر دیں جو چنیوٹ جاتی ہے۔ مزید برآں یہ شر پسند عناصر اخبارات کے ذریعہ یہ اعلان بھی کر چکے تھے کہ 4/جنوری کے روز یہ لوگ پورے پاکستان سے ربوہ میں اکٹھے ہو کر عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منائیں گے۔ ان تمام امور کے پیشِ نظر ربوہ میں امن و امان کی صورتحال کو خطرہ درپیش تھا۔

شرارت سے بھرے اس شرّ انگیز پلان پر عملدرآمد اس وقت شروع ہوا جب ملّاں حسن معاویہ آقا ٹوٹی لاہور سے ربوہ پہنچا۔ ملّاں الیاس چنیوٹی (ممبر صوبائی اسمبلی پاکستان مسلم لیگ نواز گروپ) نے اس کا والہانہ استقبال کیا۔ اس نے بہت سے علماء پر مشتمل ایک وفد کے ہمراہ ضلعی اور ڈویژنل انتظامیہ سے ملاقات کی۔ بعض اطلاعات اس قسم کی موصول ہوئی ہیں کہ اس وفد نے اس بات کا دعویٰ کیا کہ انہیں رانا ثناء اللہ (سابق وزیرِ قانون) اور حمزہ شہباز کی حمایت حاصل ہے۔

بہرحال شرارت پر آمادہ ملّاں کے اس وفد کو سرکاری انتظامیہ کے سامنے اپنے مطالبات منوانے میں کچھ وقت لگ گیا۔ اگرچہ ابھی سانحۂ پشاور کا زخم تازہ تھا اور پاکستان کے طول و عرض میں موجود ہر فردِ واحد شدّت پسندی کی اس لہر کی شدید مذمّت کرتا دکھائی دیتا تھا لیکن معلوم ہوتا تھا کہ چنیوٹ کی انتظامیہ تک پاکستان کی مرکزی حکومت کی دہشت گردی اور شدّت پسندی کے خلاف اپنائی جانے والی پالیسی 'تحریری' طور پر نہیں پہنچی تھی۔ چنانچہ ڈی سی او اور ڈی پی او نے ملّاں کے مطالبات کو مانتے ہوئے ملّاں کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا اور ان سے پندرہ دن کی مہلت مانگی کہ ان پندرہ دنوں میں وہ ملّاں کی طرف سے احمدیوں کے بارہ میں ظاہر کیے گئے خدشات کا سدِّ باب کرنے کے لئے کارروائی کریں گے۔ اس خبر کو انگریزی اخبار The Express Tribune نے اپنی 27/دسمبر کی اشاعت میں بھی شائع کیا۔

اس کے بعد افسرانِ بالا حرکت میں آئے۔ پولیس نے ربوہ میں واقع واحد بُک ڈپو پر جو جماعتی کتب کی فروخت میں ایک نام رکھتا تھا چھاپہ مارا اور کچھ لٹریچر ضبط کر کے اس دکان کو بند کروا دیا۔ اس وقت پولیس کے ہمراہ ملّاں بھی تھا۔ بدنامِ زمانہ ملّاں ٹوٹی نے تو اس موقع پر پولیس کی موجودگی میں ایک کتاب کو پکڑ کر باقاعدہ وڈیوگرافی بھی کروائی جس میں وہ بے سروپا باتیں کرتا دکھائی دیا۔ اس سے کچھ عرصہ پہلے ملّاں کی شکایت پر دو احمدی سیکیورٹی گارڈز کے خلاف مقدمہ قائم کر دیا گیا تھا۔ مزید برآں جیو ٹیلی وژن پر پروگرام کرنے والے ملّاں عامر لیاقت حسین کے پروگرام میں سانحۂ پشاور کا الزام انتہائی غیر ذمہ دارانہ طور پر احمدیوں کے سر تھوپ دینے کی کوشش کی گئی تھی۔ اور تو اور چنیوٹ سے ممبر صوبائی اسمبلی ملّاں الیاس چنیوٹی (پاکستان مسلم لیگ نواز گروپ) یہ اعلان کرتا دکھائی دیا کہ 'پاکستان کی سیکیورٹی کے خلاف یہودی، عیسائی اور قادیانی لابی متحرک ہے۔' (روزنامہ اوصاف لاہور، 20/دسمبر 2014ء) ان ایام میں ایک طرف احمدیوں پر بے بنیاد الزامات اور بیانات کی بوچھاڑ جاری تھی تو دوسری طرف ضلعی انتظامیہ کی طرف سے بار بار جماعتِ احمدیہ کی مرکزی انتظامیہ کو یہ پیغامات بھجوائے جا رہے تھے کہ ملّاں کے مطالبہ کے مطابق ربوہ شہر میں مساجد، گھروں اور بازاروں وغیرہ میں لکھی گئی اسلامی تحریرات کو فوری طور پر مٹایا جائے۔ احمدی ان اسلامی تحریرات کے تقدّس کو کسی صورت پامال نہیں کر سکتے تھے اسی لیے پولیس کو یہ پیغام بھجوایا گیا کہ احمدی نہ خود ایسا کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی پرائیویٹ آدمی کو ایسا کرنے کی اجازت دیں گے۔

ابھی جبکہ ربوہ میں یہ صورتحال جاری تھی اسلام آباد سے وزیرِ اعظم پاکستان نے دہشت گردی کے خلاف اپنے بیس نکاتی لائحہ عمل کا اعلان کر دیا جس میں 'مذہب کی بنیاد پر ایذاء رسانی کے سدِّ باب کے لئے ضروری اقدامات کیے جائیں گے' بھی شامل تھا۔

بہرحال یہ 6/جنوری کی بات ہے کہ احمدیوں کو یہ بتایا گیا کہ ڈی پی او نے یہ احکامات جاری کیے ہیں کہ پولیس از خود ربوہ میں متعدّد مقامات پر لکھی گئی اسلامی عبارات کو مٹائے گی۔ اور اس پر عملدرآمد کرنے کے لئے پولیس کی نفری اپنی گاڑی میں سیڑھی اور ضروری ساز و سامان لے کر ربوہ کے بازار میں پہنچ گئی۔

احمدی اپنے طرزِ عمل کو اپناتے ہوئے اپنے ربّ کے حضور جھک گئے اور اس سے مدد مانگنے کے ساتھ ساتھ تدبیر کے طور پر افسرانِ بالا سے اس افسوسناک صورتحال کے بارہ میں مناسب کارروائی کے لئے رابطہ کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سینئر افسران کے دل نرم کر دیے اور انہوں نے چنیوٹ کی ضلعی انتظامیہ کو یہ احکامات جاری کیے کہ وہ اپنے فیصلہ پر عملدرآمد کرنے سے پہلے بعض قانونی شقوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے اس پر نظرِ ثانی کر لے۔

ان احکامات کے بعد چنیوٹ کی ضلعی انتظامیہ کے فیصلہ پر عملدرآمد کچھ دیر کے لئے روک دیا گیا ہے۔

....

ماہنامہ 'تحریکِ جدید' پر پابندی

شدّت پسندی اور دہشت گردی کے سدِّ باب کے لئے مرکز میں ہونے والے واضح فیصلوں کے باوجود حکومتِ پنجاب نے جماعتِ احمدیہ کی طرف سے نکالے جانے والے ایک اردو/انگریزی ماہنامہ تحریکِ جدید کی اشاعت پر باقاعدہ ایک سرکاری نوٹیفکیشن جاری کر کے پابندی عائد کر دی۔ ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ چنیوٹ سے تعلق رکھنے والے ایک شقی القلب شخص محمد ضیاء اللہ چنیوٹی نے ڈسٹرکٹ پولیس آفیسر کے دفتر میں جماعتِ احمدیہ کے ذمہ دار افراد کے خلاف گالیوں سے بھری درخواست جمع کروائی تھی۔ اس درخواست میں اس نے جماعتِ احمدیہ کی پبلیکیشنز کو ضبط کرنے اور ان کے مصنفین، پبلشرز اور دیگر ذمہ دار افراد کو اس لئے گرفتار کرنے کا کہا تھا کیونکہ احمدی (نعوذ باللہ) گستاخِ رسول ہیں! یہ عجیب حسنِ اتفاق ہے کہ اس الزام کے تحت جن کتب کو ضبط کیا گیا ان میں سے دو کے ٹائٹل کچھ یوں تھے "ناموسِ رسالت پر حملوں کا دفاع" اور 'نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر لگائے جانے والے الزامات کے جواب'۔ اس درخواست دہندہ نے مطالبہ کیا کہ ایسی کتب کے مصنفین کے خلاف تعزیراتِ پاکستان کی دفعات 295-C، 295-A، ATA 11-W، 295-B، 298-C کے تحت مقدمات درج کیے جائیں۔ مذکورہ بالا دفعات اگر کسی پر ثابت ہو جائیں تو اسے سزائے موت اور عمر قید وغیرہ کی سزائیں ہو سکتی ہیں اور ان میں سے بعض دفعات کے مقدمات تو انسدادِ دہشت گردی کی عدالت میں ہی چلائے جا سکتے ہیں۔ اس درخواست کے آخر میں یہ تحریر کیا گیا تھا کہ 'ملزمان کو گرفتار کیا جائے اور انہیں قرار واقعی سزا دی جائے تا کہ علاقہ کے مسلمانوں کا غم و غصہ ٹھنڈا ہو اور ملک میں فرقہ واریت کو ہوا دینے والی سازش کو ناکام کیا جا سکے۔' اللہ کا شکر ہے کہ پولیس نے اس درخواست پر کسی قسم کا کوئی ایکشن نہیں لیا۔

گزشتہ سطور میں مُلّاں کا میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ربوہ میں ملک بھر سے لوگوں کے جمع کرنے، ایک 'فقید المثال' جلسہ کرنے اور جلوس نکالنے کا ذکر کیا گیا تھا۔ اس بارہ میں رپورٹ ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

....

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر نفرت کا بیوپار

ربوہ، 4/جنوری 2015ء: مُلّاں کا یہ وطیرہ ہے کہ سال کے دوران مختلف اوقات میں بہانوں بہانوں سے ربوہ میں اکٹھے ہو کر تین یا چار مرتبہ جلسہ جلوس کرتے ہیں گویا بزعمِ خود اپنی طاقت کا اظہار کرنے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اور ان جلسے جلوس میں ایک جانب وہ معصوم اور محبِّ وطن احمدیوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتے ہیں تو دوسری جانب جلسوں میں شامل عوام الناس کو جھوٹ اور ملمع سازی سے کام لیتے ہوئے احمدیوں کے خلاف اشتعال دلاتے نظر آتے ہیں۔

جب بھی یہ فتنہ پرور لوگ احمدیوں کی اکثریت والے شہر میں اکٹھے ہوتے ہیں تو وہاں کے لوگوں کے لئے پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔ بازار بند رہتے ہیں، خواتین گھروں میں محصور ہو جاتی ہیں اور بچوں کو سکول بھجوانے سے گریز کیا جاتا ہے مبادا کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آ جائے۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ان جلسوں سے بہت پہلے جماعتِ احمدیہ کی جانب سے حکومتی انتظامیہ کو ان جلسوں کی بابت اپنے تحفظات پہنچا دیے جاتے ہیں اور درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ربوہ شہر میں ان جلسوں کے انعقاد کی اجازت نہ دے لیکن مقامی انتظامیہ نہ صرف ان ملّاؤں کو ان جلسوں کی اجازت دیتی ہے بلکہ ان کے انتظام میں پوری پوری معاونت بھی کرتی ہے۔

سانحۂ پشاور کے چند دن بعد ہی 4/جنوری 2015ء کے روز میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدّس موقع پر ملّاں نے ربوہ میں جمع ہو کر جلوس نکالنے کا پروگرام بنایا۔ ملّاں نے اپنے چیلے چانٹوں کو ملک کے شرق و غرب سے اکٹھا کرنے کا ارادہ کیا اور ربوہ میں تین جلوس نکالے جو کہ ربوہ کی مرکزی سڑکوں سے ہوتے ہوئے گزرے۔

پہلا جلوس مسجد بخاری (دارالفضل ربوہ) سے نکالا گیا۔ یہ جلوس ربوہ کے بس اڈہ سے ہوتا ہوا اقصیٰ چوک پہنچا اور وہاں سے واپسی پر ایوانِ محمود (مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے مرکزی دفتر) کے سامنے رک گیا۔ اس مقام پر ملّاں غلام مصطفیٰ اور ملّاں عمیر راشد نے تقریریں کیں۔ یہ جلوس ربوہ کے بس اڈہ پر پہنچ کر ختم ہو گیا۔ اس جلوس میں ایک سو پچاس کے قریب لوگ شامل تھے جن میں زیادہ تر تعداد مدرسوں کے طلبا کی تھی۔

دوسرا جلوس دن دس بجے کے قریب موضع کھچیاں سے نکالا گیا۔ اس کی قیادت مولوی مشتاق کا بیٹا کر رہا تھا۔ یہ جلوس اقصیٰ چوک سے ہوتا ہوا ربوہ کے بس اڈہ تک پہنچا۔ اور وہاں پر تقریریں کی گئیں۔ یہ جلوس واپس اقصیٰ چوک پہنچا جہاں سے لوگ ایک بجے بعد دوپہر کے قریب منتشر ہو گئے۔

اس روز کا تیسرا اور سب سے بڑا جلوس کوٹ وساوا کی مسجد احرار سے نکالا گیا۔ اس جلوس کا انتظام مجلس احرارِ اسلام پاکستان اور تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوّت کی باہم معاونت سے کیا گیا تھا۔ اس جلوس سے پہلے مسجدِ احرار میں ایک جلسہ بھی کیا گیا جس کی صدارت مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے صدر ملّاں عطاء المہیمن بخاری نے کی۔ اطلاعات کے مطابق پندرہ سو کے قریب لوگ اس میں شامل ہوئے۔ معمول کے مطابق اس کانفرنس کے مقرّرین نے میلادِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرنے کی بجائے شاملینِ کانفرنس کو احمدیوں کے خلاف اشتعال دلانے میں کوئی کسر باقی نہ رہنے دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج کل کے ملّاں کا اسلام احمدیّت کی مخالفت کے سوا کچھ اور کام نہیں رہا۔ اللہ تعالیٰ ان مُلّاؤں کو اسلام کی حقیقت سمجھنے کی توفیق دے۔ آمین

(باقی آئندہ)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم و دلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ

لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے رسالہ ''النساء'' ستمبر تا دسمبر 2011ء میں محترمہ طاہرہ رشید الدین صاحبہ نے اپنے ایک مختصر مضمون میں حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ کی چند یادوں کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت صاحبزادی ناصرہ بیگم صاحبہ ایک نہایت وجیہہ اور باوقار خاتون تھیں۔ ان کا بارعب چہرہ اور رکھ رکھاؤ دیکھ کر ابتدا میں تو انسان لرز جاتا تھا لیکن جب پاس بیٹھ کر بات چیت ہوتی تو اُن کی شفقت اور محبت سے حوصلہ بڑھتا اور پھر دل پیار سے بھر جاتا۔ آپ بہت مہمان نواز تھیں۔

ایک بار مَیں نے سوال کیا کہ آپ کے سب بچے ماشاءاللہ نیک اور ہونہار اور خادم سلسلہ ہیں۔ آپ ان کے لئے کس طرح دعائیں کرتی ہیں؟ فرمایا کہ مَیں بچوں کی پیدائش سے پہلے بھی اور بعد میں بھی ہمیشہ ان کے لئے دعائیں کرتی رہتی ہوں اور صرف یہ دعا کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نیک اور خادمِ دین بنائے۔ مَیں دنیاوی اقبال اور مالی ترقی کے لئے دعا نہیں کرتی۔ باقی اللہ تعالیٰ اپنے فضلوں سے نوازتا ہے اور کوئی کمی نہیں رہنے دیتا۔

ایک دفعہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنے بڑے بیٹے عزیز ڈاکٹر علیم الدین (آئرلینڈ) کی ایک پریشانی کا ذکر کرکے دعا کی درخواست کی۔ وہ بہاولپور میڈیکل کالج میں پڑھتا تھا۔ اُس وقت آپ کے نواسے مکرم ڈاکٹر مشہود احمد صاحب بھی وہیں زیرِ تعلیم تھے۔ آپ نے فرمایا کہ جب بھی عزیز مشہود احمد کے لئے دعا کرتی ہوں تو ساتھ ہی علیم الدین کے لئے بھی دعا کرتی ہوں اس لئے اس کے لئے دعا کرنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت نہیں۔

ایک بار جب مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا تو جلسہ سالانہ قریب آرہا تھا۔ مجھے خیال آیا کہ بطور ماں آپ کا دل حضرت خلیفۃالمسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے بے تاب ہوگا۔ میں نے باتوں باتوں میں کہا کہ کیا آپ اس دفعہ جلسہ سالانہ میں شمولیت فرمائیں گی؟ آپ نے رقت آمیز لہجہ میں فرمایا کہ تم یہ دعا کیوں نہیں کرتیں کہ خدا تعالیٰ خلافت کو یہاں ہی لے آئے۔

ایک دفعہ ملاقات کے وقت یہ بات چل پڑی کہ آجکل شادی کے بعد سب کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ بچے کم سے کم ہوں۔ زیادہ بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت بہت مشکل کام ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ خیال درست نہیں۔ میرے پانچ بچے ہیں لیکن میں اب بھی یہی سمجھتی ہوں کہ یہ کم ہیں۔ لوگ کیوں یہ نہیں سوچتے کہ ہمارے پیارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرتِ اولاد کو پسند فرمایا ہے اور اسے بابرکت قرار دیا ہے۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں ہی برکت اور کامیابی ہے۔

ایک جرمن خاتون کے قبولِ احمدیت کی داستان

لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے رسالہ ''النساء'' ستمبر تا دسمبر 2011ء میں مکرمہ نسیم رفیق صاحبہ اور مکرمہ شگفتہ عزیز شاہ صاحبہ نے ایک جرمن خاتون سے انٹرویو کے بعد اُن کے قبول احمدیت کے واقعہ کو اُنہی کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔

میرا نام فریدہ ثروت ہے۔ مَیں 22 سال کی عمر میں اپنے مذہب (پروٹسٹنٹ کرسچن) سے احمدی ہوئی۔ یہ 1960ء کی بات ہے۔ میرے لئے فریدہ نام کا انتخاب احمدیہ مسجد ہمبرگ کے امام عبداللطیف صاحب نے کیا۔

اسلام کا نام مَیں نے سب سے پہلے ہائی سکول میں دورانِ تعلیم سنا تھا لیکن یہ نام منفی طرز میں پیش کیا گیا تھا۔ ہمیں یہ بتایا گیا تھا کہ یہ مذہب ایک عرب وحشی نے ایجاد کیا تھا (میری اُستاد کے یہ الفاظ ہمیشہ کے لئے میرے ذہن میں پیوست ہوگئے)۔ بعد ازاں انگلینڈ میں لسانیات کی طالبہ کی حیثیت سے میں نے ایک لیکچر اسلام کے بارے میں سنا تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ اسلام تو عیسائیت سے بڑھ کر معقول اور مبنی برمنطق مذہب ہے۔

جب میں ثروت صاحب سے ملی جن سے بعد میں میری شادی ہوئی تو انہوں نے مجھے احمدیت کے بارے میں بتایا۔ نیز بتایا کہ میرے اپنے علاقہ میں بھی ایک مسجد ہے۔ مَیں نے جرمنی واپس آکر مسجد سے رابطہ کیا، وہاں لیکچرز سننے شروع کئے۔ جماعت کا لٹریچر پڑھا اور کچھ مہینوں کے بعد بیعت کرلی۔ امام صاحب کا معاون مرزا نامی نوجوان بہت اچھا تھا۔ جرمن زبان بھی بہت اچھی بولتا تھا۔ وہ بہت اچھی اور خوبصورت اذان دیتا تھا۔ اُسی نے مجھے ترجمے سے نماز سکھائی۔

میرا خاندان اگرچہ میری تبدیلیٔ مذہب سے خوش نہ تھا لیکن اس نے نہ تو مداخلت کی نہ میرے لئے کسی قسم کے مسائل کھڑے کئے ہاں کسی نے کبھی کھلے دل سے میری بات نہ سنی، جبکہ میں انہیں اسلام کے بارے میں بارہا بتاتی رہی، یہ بات مجھے اکثر بہت دکھی کردیتی ہے۔

عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنہیں اپنے مذہب اور عقیدہ کا کچھ پتہ ہی نہیں ہے۔ وہ چرچ کے اندر زیادہ سے زیادہ کرسمس کے موقع پر ہی جاتے ہیں۔ مَیں اور ثروت صاحب رابطے میں تھے۔ اُن کے خاندان کی رضامندی سے مَیں پاکستان آئی اور جون 1961ء میں ان کے گھر واقع حسن ابدال میں ہماری شادی ہوئی۔ اس وقت وہاں جماعت نہیں تھی، میرے سُسر محترم اکرام بخش صاحب اکیلے احمدی تھے۔ قریبی جماعت واہ کینٹ تھی، وہاں ہمارا نکاح پڑھا گیا۔ 1962ء کے جلسہ سالانہ کے دوران خوش قسمتی سے مجھے حضرت خلیفۃالمسیح الثانیؓ سے ملنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

میرے میاں فوج کی انجینئرنگ کور میں تھے اور مختلف علاقوں میں تعینات کئے جاتے تھے۔ مَیں بھی اُن کے ساتھ حسین جگہوں کی سیر کرنے اور وہاں کی جماعتوں میں اپنے فرائض ادا کرنے لگی۔ اجلاسات میں باقاعدگی سے شریک ہوتی اور بخوشی چندے دیتی۔ پاکستانیوں کی ایک بات مجھے شدید ناپسند تھی کہ وہ وقت کی قدر نہیں کرتے۔ مَیں شدّت سے محسوس کرتی کہ ایک احمدی کو بہت قابلِ اعتبار، قابلِ اعتماد، ذمہ دار اور ہر پہلو سے دوسروں کے لئے نمونہ ہونا چاہیے۔

ایک چیز جس نے مجھے بہت متاثر کیا وہ 1974ء کے فسادات میں متاثرہ احمدیوں کا باوقار اور بہترین رویّہ تھا۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس بات نے میرے اخلاص کو اَور بھی بڑھا دیا۔ مَیں نے قرآن مجید پڑھنے کے بعد سورتیں یاد کرنی بھی شروع کردی تھیں۔ لٹریچر بھی پڑھنے لگی۔

1989ء میں حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ نے مجھے ''تذکرہ'' کا انگریزی سے جرمن زبان میں ترجمہ کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ بعدازاں ایک چھوٹا سا رواں ترجمہ ایک عالمہ فاضلہ جرمن احمدی بہن خدیجہ نذیر صاحبہ کے تعاون سے کیا۔ پھر "Essence of Islam" کی تین جلدوں کا ترجمہ کیا۔ اور اس کے بعد ہمارے محترم بھائی ہدایت اللہ ہبش صاحب (مرحوم) کی خاص درخواست پر مجھے حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ کی حیرت انگیز اور شاہکار تصنیف "Revelation, Rationality, Knowledge and Truth" کے نصف حصہ کا ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ ترجمہ کرنے کی خدمت کی وجہ سے ہی مجھے ان کتب کا گہرا مطالعہ کرنے کا بھی موقع ملا۔

میری مصروفیات میں مطالعہ کتب اور ترجمہ کے کام کے علاوہ ایم ٹی اے دیکھنا، حضور انور کے خطبات سننا اور ویب سائٹ 'الاسلام' پر جانا شامل ہے۔ نیز اپنے علاقہ کی غریب اور مستحق عورتوں اور بچوں کو مفت ہومیوپیتھک ادویہ بھی دیتی ہوں۔ بدقسمتی سے میرے علاقہ کے لوگ بڑی شدّت سے پیروں فقیروں کے زیرِ اثر ہیں۔ ان کو قائل کرنا بہت مشکل ہے۔ جہاں تک ممکن ہو مَیں ان کو تربیتی امور سکھلاتی ہوں مثلاً دوائی بسم اللہ پڑھ کر دائیں ہاتھ سے لیں اور دعا کرتے رہیں کیونکہ شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔

جمیکا اور بہاماس میں دعوت الی اللہ

مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کے سہ ماہی رسالہ ''مجاہد'' برائے بہار 2010ء میں شائع ہونے والے Mr. Micah Tahir کے ایک مضمون میں جمیکا اور بہاماس کے اپنے تبلیغی سفر کا احوال بیان کیا ہے۔

جمیکا کی سب سے بڑی انڈسٹری ٹورازم (Tourism) ہے لیکن دارالحکومت کنگسٹن میں اس حوالہ سے کوئی خاص چیز نہیں ملتی۔ مَیں جب جمیکا میں موجودہ دَور کے پہلے احمدی مکرم محمد عبدالسلام صاحب کے گھر جمیکا پہنچا تو یہ معلوم کرکے حیرت ہوئی کہ اُن کی اہلیہ ایک عیسائی خاتون تھیں۔ 1996ء میں مکرم اظہر حنیف صاحب مبلغ سلسلہ، جماعت احمدیہ کو منظّم کرنے کی خاطر جمیکا پہنچے تو اُس وقت مکرم عبدالسلام صاحب قائمقام صدر جماعت تھے۔ 1997ء میں آپ جلسہ سالانہ امریکہ میں شامل ہوئے اور حضرت خلیفۃالمسیح الرابعؒ سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ حضورؒ نے فرمایا کہ آپ بارش کا پہلا قطرہ ہیں، اللہ جمیکا پر ان قطروں کی فراوانی سے بارش برسائے۔

مضمون نگار لکھتے ہیں کہ جمیکا میں میرے قیام کے دوران ہم پرانے احمدیوں کا کھوج لگانے میں مصروف رہے کیونکہ مکرم عبدالسلام صاحب کی سب سے بڑی خواہش مزید احمدی بھائیوں کی قربت کی تلاش ہے۔ جمیکا میں احمدیت ایک سو سال قبل حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے ذریعہ پہنچی تھی لیکن پھر لمبا جمود طاری رہا اور اب دوبارہ کچھ حرکت دکھائی دی ہے۔

مکرم محمد عبدالسلام صاحب نے ایک مسلمان گھرانہ میں آنکھ کھولی لیکن جمیکا میں موجود تمام مذاہب کو قریب سے دیکھا اور پھر اسلام کو ہی اپنی آئندہ زندگی کے لئے منتخب کیا چنانچہ اسلامی کونسل آف جمیکا کی مذہبی تقریبات میں شامل ہونے لگے۔ کونسل نے آپ کا انتخاب کرکے آپ کو چند ماہ کے لئے پاکستان میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھجوایا۔ وہاں قیام کے دوران آپ نے مختلف مسلمان فرقوں سے متعلق معلومات حاصل کیں۔ آپ کو احمدیت کے بارہ میں بھی علم ہوا اور مسیح کی آمد ثانی سے متعلق جماعت کے نظریات میں دلچسپی بھی پیدا ہوئی لیکن تفصیل جاننے سے قبل ہی آپ کو واپس جمیکا آنا پڑا۔ اور واپس جمیکا پہنچنے کے بعد آپ نے تحقیق کی اور احمدیت قبول کرلی۔

مضمون نگار بہاماس کے حوالہ سے لکھتے ہیں کہ اس جزیرہ میں عیسائی مذہب کے مختلف فرقوں کے افراد کی اکثریت ہے۔ یہاں مسلمان اور یہودی نہ ہونے کے برابر ہیں۔ جزیرہ پر نوجوانوں کی اکثریت ہے اور ان کی اکثریت عیسائیت سے تھک چکی ہے اور کسی دوسرے مذہب کی منتظر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جزیرہ کا ہر باشندہ دوسرے باشندہ کو جانتا ہے۔ مجھے سرِ راہ ایک شخص ملا جس سے تفصیلی بات چیت ہوئی۔ اچانک بارش کا طوفان شروع ہوگیا اور مجھے واپس ہوٹل آنا پڑا۔ ہوٹل کے کمرہ میں مَیں نے حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ کے بارہ میں سوچنا شروع کیا کہ اس جزیرہ پر تن تنہا پہنچ کر وہ کیسی کیسی مشقّت اٹھاتے رہے تھے حتّٰی کہ جیل بھی جانا پڑا۔ جبکہ میرے پاس تو لٹریچر اور پمفلٹس سے بھرا ہوا ایک بڑا سوٹ کیس بھی موجود تھا۔

اگلی صبح میری ملاقات ایک امیر دکاندار سے ہوئی جو اس جزیرہ پر جائیداد کی خرید و فروخت کا کاروبار بھی کرتا رہا تھا۔ اُس کے ساتھ تفصیلی گفتگو ہوئی تو وہ اتنا متأثر اور خوش تھا کہ بہت سے دوسرے دکانداروں سے بھی میرا تعارف کروایا۔ پھر جس کسی سے بھی میری بات چیت ہوئی وہ بہت خوش ہوا اور ہر ایک کا رویّہ بہت مثبت رہا۔ جس کو بھی لٹریچر دیا گیا اُس نے وہ خوشی سے قبول کیا اور اسلام کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ مجھے احساس ہوا کہ بہاماس کے باسی اسلام کی سچی تعلیم کے شدّت سے منتظر ہیں۔

محترمہ نور جہاں صاحبہ

لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے رسالہ ''النساء'' ستمبر تا دسمبر 2010ء میں محترمہ مریم اقبال صاحبہ نے اپنی بڑی بہن محترمہ نور جہاں صاحبہ بیگم مرزا عبدالرحیم بیگ مرحوم (نائب امیر جماعتِ احمدیہ کراچی) کا ذکرِ خیر کیا ہے۔

آپا نور جہاں صاحبہ کم عمری سے ہی بہت عبادتگزار اور سچی خوابیں دیکھتی تھیں۔ ہمارے والد حضرت حکیم عبدالصمد صاحبؓ دہلوی نے 1905ء میں حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کی سعادت حاصل کی۔ ہمارے نانا داروغہ عبدالحمید صاحب تھے جنہوں نے 1904ء میں ''براہینِ احمدیہ'' پڑھ کر فرمایا تھا کہ یہ کتاب کسی غوث، ولی یا ابدال کی لکھی ہوئی ہے۔ بعدازاں وہ نوکری چھوڑ کر میرٹھ میں آباد ہوگئے اور وہاں ہی دونوں خاندان رشتہ میں پروئے گئے۔ ہمارے والد اور نانا، دونوں کی نیکیاں میری آپا جان نے اپنے اندر سمیٹ لی تھیں۔

میں چند ماہ کی تھی کہ امی کی وفات ہوگئی اور گھر کا سارا بوجھ آپا جان اور باجی (بلقیس جہاں صاحبہ) پر پڑ گیا۔ ہم 12 بہن بھائی تھے۔ بڑے پیارے انداز سے ابّا جان اور ان دونوں بہنوں نے ہم سب کی دینی اور دنیاوی تربیت کی۔ ابّا جان دواخانہ کے علاوہ زیادہ وقت ہم بچوں کے ساتھ گزارتے۔ جمعہ کی نماز میں سب کو لے کر جاتے۔ فجر، مغرب اور عشاء باجماعت کرواتے۔ قرآن پاک کی تلاوت روز کا معمول تھا۔ پہلے قرآن کریم خود پڑھتے اور پھر فرماتے کہ اب تم سناؤ۔ تلاوت کے بعد ناشتہ ملتا۔

امی جان کی وفات کے چھ سال بعد آپا جان کی شادی ایک نیک خاندان میں ہوئی۔ محترم مرزا عبدالرحیم بیگ صاحب چھوٹی عمر ہی سے جماعت کے کاموں میں حصہ لیتے تھے۔ جب پاکستان بنا تو مرکز کی حفاظت کے لئے قافلہ کا امیر آپ کو بنا کر بھیجا گیا تھا۔ شادی کے بعد انہوں نے جماعتی کام کے ساتھ دنیاوی تعلیم بھی شروع کر دی۔ شادی کے وقت آپ میٹرک پاس تھے اور ریلوے میں ملازم تھے۔ زیادہ تنخواہ نہیں تھی۔ بعد میں انتہائی کامیاب وکیل بنے اور آخری عمر تک نائب امیر جماعت کراچی کے طور پر خدمات سرانجام دینے کی توفیق پائی۔

آپا نور جہاں شادی ہو کر رام سوامی بلڈنگ میں گئیں وہاں ان کی سب بچیاں پیدا ہوئیں۔ ایک لمبا عرصہ کراچی کے حلقہ ’رام سوامی‘ کی صدر لجنہ رہیں۔ آخری دم تک وہاں ہی قیام رہا۔ شادی کے بعد چار سال میں چار بچیاں پیدا ہوئیں۔ ان بچیوں کی پیدائش پر ایک خاص خدا کا یہ فضل تھا کہ ہر بچی کی پیدائش کے وقت شہد کا چھتہ ان کے گھر کے کسی حصہ میں لگتا تھا۔ اور جب بچی کی پیدائش کا وقت آتا آپا کے سسر (اباجی) وہ شہد نکالتے اور وہی بچی کی پیدائش پر دیا جاتا۔ چار بچیوں کے بعد بیٹا پیدا ہوا تو اس بچے کے وقت شہد کا چھتہ نہیں لگا۔ اباجی نے فرمایا کہ لو اب لڑکا ہو گیا ہے اس کے لئے شہد منگاؤ۔ بچیاں تو اتنی مبارک اور بھاگوان ہیں کہ وہ اپنا رزق پہلے سے لے کر آتی ہیں۔

پیاری آپا جان ایک مثالی بیٹی، ایک مثالی بہو، ایک مثالی ماں اور ایک مثالی ساس تھیں۔ اپنی بچیوں کی بہت پیاری تربیت فرمائی۔ ان کی بڑی بیٹی حور جہاں بشریٰ کی اچانک وفات پر ان کے کام اور کردار کی تعریف حضرت خلیفۃ الرابعؒ نے بہت شاندار الفاظ میں فرمائی تھی۔ وہ لجنہ کراچی کی 5 نگران ممبران میں سے ایک تھیں۔

مکرم شیخ ساجد نعیم صاحب شہید

لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے رسالہ ’’النساء‘‘ ستمبر تا دسمبر 2011ء میں محترمہ امتہ الباسط صاحبہ نے اپنے خاوند مکرم شیخ ساجد نعیم صاحب کا ذکر خیر کیا ہے جنہوں نے 28 مئی 2010ء کو مسجد بیت النور لاہور میں جام شہادت نوش کیا۔

مکرم شیخ ساجد نعیم صاحب 15 دسمبر 1951ء کو میلسی ضلع وہاڑی میں مکرم شیخ امیر احمد صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔ آباء اجداد کا تعلق بھیرہ سے تھا۔ ننھیال کی طرف سے آپ کا تعلق حضرت شیخ مہر علی صاحبؓ کے خاندان سے تھا جن کی حویلی بمقام ہوشیار پور میں حضرت مسیح موعودؑ نے چلّہ کشی کی تھی۔ ننھیال میں آپ کے نانا محترم شیخ عمر دین صاحب اور ددھیال میں آپ کے تایا مکرم خواجہ محمد عثمان صاحب سب سے پہلے احمدی ہوئے جنہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ آپ کے والد بھی اُن کے ہمراہ تھے اور اُس وقت بچے تھے اور انہیں حضورؓ کی گود میں بیٹھنے کا شرف بھی حاصل ہوا تھا۔

ساجد صاحب کے پانچ بھائی ہیں جن میں سب سے بڑے مکرم مبشر لطیف احمد صاحب قریباً بیس برس اپنے حلقہ فیصل ٹاؤن لاہور کے صدر رہے اور اِس وقت احمدی وکلاء کی تنظیم کے لاہور چیپٹر کے صدر ہیں۔

ساجد صاحب نے ابتدائی تعلیم میلسی سے حاصل کی پھر ملتان سے میٹرک اور F.A. کیا۔ B.A. لاہور سے کیا۔ 1976ء میں مسلم کمرشل بینک میں ملازمت شروع کی۔ مختلف شہروں میں تعینات رہے اور 2003ء میں بطور اسسٹنٹ مینیجر ملازمت سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے کر بچوں کی تعلیم کی خاطر لاہور میں مقیم ہو گئے۔

دفتری معاملات میں ساجد صاحب کا کردار مثالی تھا۔ اپنے 27 سالہ دورِ ملازمت میں وقت کی پابندی کا بہت خیال رکھا۔ اپنے فرائض ذمہ داری، فرض شناسی اور ایمانداری سے ادا کئے۔ اگرچہ احمدی ہونے کی وجہ سے ترقی روک لی جاتی لیکن آپ نے فرائضِ منصبی میں کوتاہی نہیں کی۔ بڑے متقی اور نیک فطرت انسان تھے۔ زندگی کے کسی بھی موڑ پر غلط بیانی سے کام نہیں لیا۔ بچوں کو بھی ہمیشہ دیانتداری، فرض شناسی اور صداقت کی تلقین کی۔ اپنی احمدیت کبھی نہیں چھپائی بلکہ اگر کسی عزیز نے ایسا کیا تو آپ نے اس عمل پر ناگواری کا اظہار کیا۔

عبادات میں کوئی دکھاوا نہیں تھا۔ نماز بہت سنوار کر پڑھا کرتے۔ قرآن کریم کی تلاوت غور و فکر سے کرتے۔ 27 مئی 2008ء (صدسالہ خلافت جوبلی یوم تشکر) سے تہجد کا باقاعدہ آغاز کیا جو نہایت خشوع و خضوع سے ادا کرتے۔ ایم ٹی اے پر خطبہ جمعہ بڑے اہتمام سے سنتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے۔

ساجد صاحب کی زندگی کا زیادہ عرصہ میاں چنوں میں گزرا۔ اپنی جماعت کے صدر اور زعیم انصار اللہ بھی رہے۔ مالی قربانی میں پیش پیش تھے۔ چندوں کی ادائیگی اوّلین وقت میں کرتے۔ 2003ء میں لاہور آکر بھی بھرپور خدمت کی توفیق پائی۔ اپریل 2010ء میں ایک ماہ کے لئے وقف عارضی بھی کیا۔ اکتوبر میں دوبارہ وقف عارضی پر جانے کا ارادہ تھا۔ قادیان جلسہ پر جانے کی درخواست بھی منظور ہو چکی تھی۔

عائلی معاملات میں ساجد صاحب کا کردار مثالی تھا۔ آپ انصاف پسند، کم گو اور صاف گو انسان تھے۔ قول و فعل میں تضاد نہیں تھا۔ ہر ضرورت کو پورا کرنے کی کوشش کرتے لیکن کبھی جھوٹا وعدہ نہیں کیا۔ بچوں کی تعلیم و تربیت سے لے کر شادی بیاہ کے معاملات تک تمام کام ہم دونوں نے باہمی رضامندی سے کئے۔ ہم نے کبھی بھی ایک دوسرے سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رکھی تھی۔

آپ کم گو تھے لیکن شہادت سے قبل تین چار دن بہت باتیں کیں۔ اپنے بہن بھائیوں، رشتہ داروں، میرے بہن بھائیوں اور ان کے بچوں کے بارے میں۔ آپ کا تعلق اپنے سسرالی رشتے داروں کے ساتھ بھی بڑا مخلصانہ تھا۔ میرے والدین کو ہمیشہ اپنے ماں باپ کی طرح اور میرے بھائی بہنوں کو اپنے بھائی بہنوں کی طرح سمجھا۔ بچوں کے ساتھ ان کا رویّہ دوستانہ اور مشفقانہ تھا۔ سب بچے بھی آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔

دوستوں کے بارہ میں کہا کرتے کہ دوست کم بناؤ لیکن اچھے دوستوں کا انتخاب کرو اور پھر اُن کے ساتھ مخلص رہو۔ آپ خود دوستوں اور اُن کے بچوں سے بھی بڑے پیار سے پیش آتے تھے۔

تعلیم اور تربیت کے سلسلے میں بیٹوں اور بیٹی میں کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں رکھی۔ بچوں کو بھرپور توجہ، محبت، اور شفقت سے نوازا اور ہر جائز خواہش کو پورا کیا۔

حقوق العباد کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ ہر کسی سے ہمدردی کی۔ ہمسایوں کے حقوق کا بھی خیال رکھا۔ خدمتِ خلق کا کوئی موقع ضائع نہیں کیا۔ سفید پوشوں کی خدمت حسبِ توفیق کرتے رہتے۔ بڑے نرم دل انسان تھے کسی کی ذراسی تکلیف کو دیکھ کر پریشان ہو جاتے تھے۔ دعوتِ الی اللہ بڑی پابندی اور خلوص سے کرتے۔

مطالعہ کا شوق تھا۔ ریٹائرمنٹ کے بعد یہ شوق خوب پورا کیا۔ الفضل اور کتب حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بہت سی کتابیں زیر مطالعہ رہیں۔ شہادت سے چند دن پہلے تفسیر کبیر کا مطالعہ بھی شروع کیا تھا۔ 2009ء میں مقالہ ’’ہستی باری تعالیٰ‘‘ تحریر کیا جس کے بعد ایسا لگتا تھا کہ ان کا تعلق خُدا تعالیٰ سے زیادہ گہرا ہو گیا ہے۔

اپنی اکلوتی بیٹی کو شادی سے قبل آپ نے نصیحت کی کہ اپنے سسرال والوں کے ساتھ ہمیشہ مل جل کر رہنا اور ان کی باتوں کو ہماری بات سے زیادہ اہمیت دینا اور سب کا خیال اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کی طرح کرنا۔ اور مجھے یہ کہا کہ کبھی بیٹی اور داماد کے کسی معاملے میں دخل نہیں دینا۔

ساجد صاحب بڑے نرم دل اور ہمدرد انسان تھے۔ کسی کو تکلیف میں دیکھ کر بہت جلد گھبرا جاتے تھے۔ لیکن 28 مئی کے سانحہ میں انہوں نے بڑی جوانمردی سے حالات کا مقابلہ کیا اور لوگوں کی جان بچاتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ چنانچہ حملہ شروع ہونے کے قریباً بیس منٹ بعد انہوں نے اپنے چھوٹے بیٹے سے فون پر بات کی۔ آپ کی آواز سے کسی پریشانی کا اظہار نہیں ہوتا تھا۔ چند لمحوں کے بعد دہشتگردوں کو اپنی طرف آتے دیکھ کر پچھلے ہال کا دروازہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ مل کر بند کیا۔ اس دوران ہال میں موجود دوسرے افراد تہ خانے اور مربی ہاؤس جانے میں کامیاب ہو گئے لیکن دروازہ صحیح طرح بند نہ ہونے کی وجہ سے دہشتگردوں کی ایک گولی ساجد صاحب کے سینے کے بائیں طرف کندھے کے قریب لگی جس سے آپ کی شہادت ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ نے اپنے خطبہ جمعہ (فرمودہ 18/جون 2010ء) میں آپ کا ذکرِ خیر فرمایا۔

محترم ساجد نعیم صاحب کی تدفین 29/جون کو ربوہ میں ہوئی۔ آپ نے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی ہے۔

’’طاہر ہسپتال نگر پارکر‘‘ میں وقفِ عارضی

لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے رسالہ ’’النساء‘‘ ستمبر تا دسمبر 2010ء میں مکرمہ ڈاکٹر نصرت شاہین صاحبہ نے اپنے وقف عارضی کے تجربہ کو بیان کیا ہے۔

’’لجنہ اماء اللہ پاکستان‘‘ کی جانب سے عظیم مالی قربانی کے نتیجے میں صوبہ سندھ کے لئے ایک بے مثال تحفہ ’’طاہر ہسپتال نگر پارکر‘‘ ہے۔ اسی ہسپتال کی جانب سے نگر پارکر سے 22 کلومیٹر کے فاصلہ پر (پاک و ہند سرحد پر واقع) ایک گاؤں ’’پھول پورہ‘‘ میں ایک فری میڈیکل کیمپ میں خاکسار کو وقفِ عارضی کرنے کا موقع ملا۔ اس گاؤں کا کچھ رقبہ ہندوستان اور کچھ پاکستان میں شامل ہے۔ ہندوؤں کی نچلی ذاتیں کولہی اور میگواڑ وغیرہ یہاں آباد ہیں۔ لوگوں کا ذریعہ معاش کاشتکاری اور مویشی پالنا ہے۔ اس علاقہ میں سب سے پہلے 1960ء کی دہائی میں اسی گاؤں میں احمدیت کا پودا لگا۔ یہاں اب تک ایک درجن کے قریب واقفینِ زندگی اور مربیان پیدا ہو چکے ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور کئی دیگر بزرگوں کے قدم چومنے کی سعادت اس گاؤں کی سرزمین کو حاصل ہے۔

ایک صبح تقریباً 8 بجے نگر پارکر سے ہسپتال کی ایمبولینس پر کیمپ کی جانب روانہ ہوئے۔ کچا اور دشوار راستہ تھا۔ ایک گھنٹے بعد منزل پر پہنچے تو مکرم طاہر سلیمان صاحب معلّم و صدر جماعت نے ہمیں خوش آمدید کہا۔ بہت سے مریض انتظار میں تھے۔ دعا کے ساتھ کام کا آغاز کیا گیا۔ نواحی علاقوں سے بھی کافی تعداد میں مریض گھوڑوں، اونٹوں اور گدھوں پر سوار اور بعض پیدل سفر کر کے بڑی مشکل سے پہنچے تھے۔ فصل کی کٹائی کا موسم تھا لہٰذا ایسے دنوں میں لوگوں کو ان کے گھروں میں مفت دوائی ملنا کسی نعمت سے کم نہیں۔ لوگوں کی صحت بہت کمزور تھی۔ اکثر (بالخصوص خواتین) خون کی کمی کا شکار تھے۔ اسی لئے پیدا ہونے والے بچوں میں بیماریوں کا اضافہ ہو رہا تھا۔ یہ لوگ ابھی زندگی کی انتہائی بنیادی سہولیات سے بھی محروم ہیں۔ کئی گھنٹوں کا کچے راستہ کا سفر طے کر کے نگر پارکر علاج معالجہ کے لئے جاتے ہیں۔ جبکہ بعض غریب تو وہاں تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ خوراک اور پانی کی قلت کا بھی سامنا ہے۔ سارا دارومدار بارشوں پر ہے۔ اگر سال میں دو تین اچھی بارشیں ہو جائیں تو یہ لوگ کھیتی باڑی کر لیتے ہیں اور مویشی پال لیتے ہیں۔ ورنہ سندھ کے نہری علاقوں کی جانب ہجرت کر جاتے ہیں۔ بارش کا گندہ پانی لوگوں اور مویشیوں کے یکساں کام آتا ہے۔ جب یہ پانی ختم ہو جاتا ہے تو یہ لوگ میلوں کا سفر کر کے کنوؤں کا نمکین پانی بھر بھر کر لاتے ہیں اور بڑی احتیاط سے اسے استعمال کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے صفائی کا معیار بہت کم نظر آتا ہے اور جلدی امراض میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ غرض لوگوں کی اتنی کٹھن زندگی دیکھ کر بہت دکھ ہوا۔ یہ لوگ آج کے مشینی دَور میں بھی پیدل سفر کرتے ہیں۔ ہاتھ والی چکی سے روزانہ آٹا پیستے ہیں۔

اس دن ہمارے میڈیکل کیمپ سے تین سو مریضوں نے استفادہ کیا۔ وہاں نومبایعین اور احباب جماعت کے ساتھ ہم نے نماز جمعہ ادا کی۔ شام کو احمدیہ مرکز اور گوٹھ (گاؤں) دیکھنے کا موقع ملا۔ واپسی پر ایک اَور احمدیہ مرکز ’کوناڑا‘ میں تھوڑی دیر رُکنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں پر معلّم صاحب اپنی فیملی کے ہمراہ مقیم تھے۔ راستہ میں جگہ جگہ لوگ اپنے بیوی بچوں کی مدد سے اپنی فصلیں کاٹ رہے تھے۔ کچھ بیلوں، اونٹوں اور گدھوں کے ساتھ اناج نکال رہے تھے۔ جبکہ کچھ تیز ہوا کے منتظر تھے تاکہ اس کے ذریعے اپنی فصل صاف کر سکیں۔ گندے مندے معصوم صورت بچے، نہ تَن پہ کپڑا، نہ پاؤں میں جوتا، موسمی پھلوں تربوز اور خربوزہ کے مزے لے رہے تھے۔

سالانہ اجتماع کی برکات

مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کے سہ ماہی رسالہ ’’مجاہد‘‘ برائے بہار 2010ء میں شائع ہونے والی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مجلس خدام الاحمدیہ امریکہ کا 2008ء میں منعقد ہونے والا سالانہ اجتماع کئی پہلوؤں سے منفرد تھا۔ اس اجتماع کا ایک حصہ اُن پرانے امریکی احمدیوں کی قربانیوں کی یاد تازہ کرنے کے لئے وقف تھا جنہوں نے ابتدائی دَور میں قبولِ احمدیت کی سعادت حاصل کی تھی۔ اسی طرح اجتماع میں نواحمدی نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد نے پہلی بار شرکت کی۔ اُن میں سے بعض نے اپنے روحانی سفر کی ایمان افروز داستانیں بیان کیں۔ ان کا مرکزی نقطہ یہی تھا کہ اسلام کی پُرامن تعلیمات کو محبت اور اخوّت کے ساتھ جب احمدیوں نے عملاً پیش کیا تو اِس کیفیت سے نظر چُرانا ممکن ہی نہیں رہا۔ چنانچہ شکاگو سے آنے والے ایک مہمان نے اجتماع میں اسی نظارہ سے لطف اندوز ہونے کے بعد احمدیت قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ماہنامہ ’’احمدیہ گزٹ‘‘ کینیڈا جون 2010ء میں مکرم ڈاکٹر مہدی علی چودھری صاحب کی نظم ’’ہمارا عزم‘‘ شائع ہوئی ہے۔ اس نظم میں سے انتخاب پیش ہے:

اے رات! ستاروں سے کہہ دے، گلشن کی بہاروں سے کہہ دے
ہم ڈرتے نہیں طوفانوں سے، موجوں کے اشاروں سے کہہ دے
تھامے ہیں محبت کا پرچم ، ہم اہل صفا ، ہم اہل حرم
ہر بازی تم کو مات کریں ، نفرت کے ماروں سے کہہ دے
ہم صبر و رضا کے بحر گراں ، ہم عزم و وفا کے کوہ گراں
مٹ جاؤ گے، ہم سے الجھو تو، جا کفر کے دھاروں سے کہہ دے
سب کوہ و دمن، سب دشت و چمن ، گونجیں گے اللہ اکبر سے
حق آئے گا ، تم بھاگو گے ، باطل کے یاروں سے کہہ دے

Muslim Television Ahmadiyya
Weekly Programme Guide
March 13, 2015 – March 19, 2015

Please Note that programme and timings may change without prior notice. All times are given in Greenwich Mean Time.
For more information please phone on +44 20 8877 5529 or +44 20 8877 5530

Friday March 13, 2015

00:00 World News
00:15 Tilawat: Surah Al-Burooj, Surah At-Taariq and Surah Al-A'laa with Urdu translation.
00:30 Dars-e-Malfoozat: The topic is 'prayer'.
00:40 Yassarnal Quran: Lesson no. 29.
01:10 Inauguration Of Baitul Wahid Mosque: Recorded on February 24, 2012.
01:40 Kasre Saleeb: Programme no. 15.
02:15 Spanish Service: Programme no. 12.
03:05 Pushto Muzakarah
03:45 Tarjamatul Quran Class: Surah Al Saffat, verses 177 - 183 and Surah Sad, verses 1 – 27. Class no. 235, recorded on March 17, 1998.
04:50 Liqa Maal Arab: Session no. 12.
06:00 Tilawat: Surah Al-Ghaashiyah and Surah Al-Fajr with Urdu translation.
06:15 Dars-e-Hadith: The topic is 'divine in-depth knowledge in the Holy Quran'.
06:30 Yassarnal Quran: Lesson no. 38
06:45 Inauguration Of Baitul Aman Mosque: Recorded on March 4, 2012.
07:45 Discover Alaska: Programme no. 10.
08:20 Rah-e-Huda: Recorded on March 7, 2015.
10:00 Indonesian Service
11:00 Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 58.
11:30 Tilawat: Surah Al-Mu'min, verses 21-36.
11:55 Seerat-un-Nabi: The topic is 'kindness towards women'.
12:30 Live Transmission From Baitul Fatuh
13:00 Live Friday Sermon
14:00 Live Transmission From Baitul Fatuh
14:35 Shotter Shondane: Recorded on May 5, 2011.
15:50 Dua-e-Mustaja'ab: Programme no. 31.
16:20 Friday Sermon [R]
17:35 Yassarnal Quran [R]
18:00 World News
18:30 Inauguration Of Baitul Aman Mosque [R]
19:25 Discover Alaska [R]
20:00 Hijrat: An Urdu discussion highlighting some of the problems faced by immigrants in the West.
20:35 Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
21:00 Friday Sermon [R]
22:20 Rah-e-Huda [R]

Saturday March 14, 2015

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
00:35 Yassarnal Quran [R]
00:55 Inauguration Of Baitul Aman Mosque [R]
02:10 Friday Sermon: Recorded on March 13, 2015.
03:20 Rahe Huda [R]
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 13.
06:00 Tilawat: Surah Al-Fajr and Surah Al-Balad with Urdu translation.
06:15 Dars-e-Malfoozat: The topic is 'Arrogance'.
06:30 Al-Tarteel: Lesson no. 29
07:00 Jalsa Salana Holland Address: Recorded on May 20, 2012.
08:00 International Jama'at News
08:30 Story Time: Programme no. 63.
08:55 Question And Answer session: Recorded on December 03, 1995.
09:55 Indonesian Service
11:00 Friday Sermon [R]
12:15 Tilawat: Surah Al-Mu'min, verses 37-62.
12:30 Al-Tarteel [R]
13:00 Live Intikhab-e-Sukhan
14:00 Bangla Shomprochar: Discussion programme in Bengali.
15:05 Spotlight: An interview with Munawar Iqbal Baloch.
16:00 Live Rah-e-Huda
17:30 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:25 Jalsa Salana Holland Address [R]
19:30 Faith Matters: Programme no. 163.
20:30 International Jama'at News
21:00 Rah-e-Huda [R]
22:30 Story Time [R]
22:55 Friday Sermon [R]

Sunday March 15, 2015

00:10 World News
00:30 Tilawat & Dars-e-Malfoozat [R]
00:55 Al-Tarteel [R]
01:25 Jalsa Salana Holland Address [R]
02:30 Story Time [R]
02:55 Friday Sermon: Recorded on March 13, 2015.
04:05 Spotlight [R]
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 14.
06:00 Tilawat: Surah Ash-Shams and Surah Al-Lail with Urdu translation.
06:15 Dars-e-Hadith: The topic is 'coming of Masih'.
06:25 Yassarnal Quran: Lesson no. 38.
06:45 Gukshan-e-Waqf-e-Nau Lajna: Recorded on October 20, 2012.
07:55 Faith Matters: Programme no. 163.
09:05 Question And Answer Session: Recorded on February 15, 1998.
10:00 Indonesian Service
11:05 Friday Sermon: Spanish translation of Friday sermon delivered on February 07, 2014.
12:10 Tilawat: Surah Al-Mu'min, verses 63-86.
12:25 Dars-e-Hadith: The topic is 'coming of Masih'.
12:40 Yassarnal Quran [R]
13:00 Friday Sermon: Recorded on March 13, 2015.
14:10 Shotter Shondhane: Recorded on May 4, 2011.
15:15 Gukshan-e-Waqf-e-Nau Lajna [R]
16:25 Ashab-e-Ahmad: This episode is about the life of Hazrat Nawab Muhammad Ali Khan[ra].
17:00 Kids Time: Programme no. 33
17:35 Yassarnal Qur'an [R]
18:00 World News
18:20 Gukshan-e-Waqf-e-Nau Lajna [R]
19:30 Live Beacon of Truth
20:40 Roots To Branches: Programme no. 4.
21:05 Guftugu: An Urdu discussion programme related to events in the history of Ahmadiyyat.
21:30 City Of Bern: the capital city of Switzerland
22:00 Friday Sermon [R]
23:10 Question And Answer Session [R]

Monday March 16, 2015

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
00:55 Yassarnal Quran [R]
01:15 Gukshan-e-Waqf-e-Nau Lajna [R]
02:25 Roots To Branches [R]
03:00 Friday Sermon: Recorded on March 13, 2015.
04:15 Guftugu [R]
04:40 City Of Bern: the capital city of Switzerland [R]
04:50 Liqa Maal Arab: Session no. 15.
06:00 Tilawat: Surah Al-Lail, Surah Adh-Dhuhaa, Surah Al-Inshiraah, Surah At-Teen with Urdu translation.
06:15 Dars-e-Hadith: The topic is 'backbiting'.
06:35 Al-Tarteel: Lesson no. 29
07:05 Inauguration Of Baitul Atta Mosque:. Recorded on March 17, 2012.
08:00 International Jama'at News
08:35 Seerat Hazrat Masih-e-Ma'ood: Programme no. 91.
08:55 Rencontre Avec Les Francophones: Recorded on February 09, 1998.
10:00 Friday Sermon: Indonesian translation of Friday sermon delivered on November 21, 2014.
11:05 Hum Aur Hamari Ka'enaat
12:00 Tilawat: Surah Haa Meem As-Sajdah, verses 1-25.
12:15 Dars-e-Hadith [R]
12:30 Al-Tarteel [R]
13:00 Friday Sermon: Recorded on May 29, 2009.
14:05 Bangla Shomprochar
15:05 Hum Aur Hamari Ka'enaat [R]
16:00 Rah-e-Huda: Recorded on March 14, 2015.
17:30 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:25 Inauguration Of Baitul Atta Mosque [R]
19:30 Somali Service: Programme no. 13.
20:00 Prophecies In The Bible: Programme no. 7.
20:30 Rah-e-Huda [R]
22:00 Friday Sermon [R]
23:10 Hum Aur Hamari Ka'enaat [R]

Tuesday March 17, 2015

00:00 World News
00:20 Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
01:00 Al-Tarteel [R]
01:30 Inauguration Of Baitul Atta Mosque [R]
02:25 Kids time [R]
03:00 Friday Sermon: Recorded on May 29, 2009.
04:15 Freedom Of Speech [R]
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 16.
06:00 Tilawat: Surah Al-Alaq,Surah Al-Qadr and Surah Al-Bayyinah with Urdu translation.
06:15 Dars-e-Hadith
06:35 Yassarnal Quran: Lesson no. 39.
07:00 Peace Symposium 2015: Rec. March 14, 2015.
08:30 Aao Urdu Seekhain: Programme no. 14.
09:00 Question And Answer Session: Recorded on February 15, 1998. Part 2.
10:00 Indonesian Service
11:05 Friday Sermon: Sindhi translation of Friday sermon delivered on March 13, 2015.
12:10 Tilawat: Surah Haa Meem As-Sajdah, verses 26-47.
12:25 Dars-e-Hadith
12:35 Yassarnal Quran [R]
13:00 Faith Matters: Programme no. 163.
14:00 Bangla Shomprochar
15:00 Spanish Service: Programme no. 13.
15:35 Peace Symposium 2015 [R]
17:05 Aao Urdu Seekhain [R]
17:35 Yassarnal Quran [R]
18:00 World News
18:20 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna: Recorded on October 20, 2012.
19:30 Friday Sermon: Arabic translation of Friday sermon delivered on March 13, 2015.
20:30 Aao Urdu Seekhain [R]
21:00 Peace Symposium 2015 [R]
22:30 Faith Matters [R]
23:10 Question And Answer Session [R]

Wednesday March 18, 2015

00:00 World News
00:15 Tilawat & Dars-e-Hadith [R]
00:50 Yassarnal Quran [R]
01:15 Peace Symposium 2015 [R]
02:55 Aao Urdu Seekhain [R]
03:40 Gulshan-e-Waqfe Nau Lajna
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 17.
06:00 Tilawat: Surah Al-Bayyinah, Surah Az-Zilzaal, Surah Al-Aadiyaat and Surah Al-Qaari'ah with Urdu translation.
06:15 Dars-e-Hadith
06:30 Al-Tarteel: Lesson no. 29.
07:00 Jalsa Salana Germany Address: Recorded on June 02, 2012.
08:05 Mosha'airah: A pre-recorded evening of Urdu poetry organised by Majlis Ansarullah Pakistan.
09:00 Question And Answer Session: Recorded on December 3, 1995. Part 1.
10:05 Indonesian Service
11:05 Friday Sermon: Swahili translation of Friday sermon delivered on March 13, 2015.
12:10 Tilawat: Surah Ash-Shooraa, verses 1-17.
12:30 Al-Tarteel [R]
13:00 Friday Sermon: Recorded on May 29, 2009.
14:05 Bangla Shomprochar
15:10 Deeni-O-Fiqahi Masail: Programme no. 63.
15:45 Kids Time: Programme no. 42.
16:20 Faith Matters: Programme no. 162.
17:25 Al-Tarteel [R]
18:00 World News
18:25 Jalsa Salana Germany Address [R]
19:20 French Service: Horizons d'Islam
20:20 Deeni-O-Fiqahi Masail [R]
21:35 Friday Sermon [R]
23:00 Intikhab-e-Sukhan: Rec. March 14, 2015.

Thursday March 19, 2015

00:00 World News
00:15 Tilawat [R]
00:30 Al-Tarteel [R]
01:05 Jalsa Salana Holland Address [R]
02:00 Deeni-o-Fiqahi Masail [R]
02:30 Mosha'airah [R]
03:50 Faith Matters [R]
04:55 Liqa Maal Arab: Session no. 18.
06:00 Tilawat: Surah Al-Qaari'ah, Surah At-Takaathur, Surah Al-Asr and Surah Al-Humazah with Urdu translation.
06:15 Dars-e-Malfoozat: The topic is 'suspicion'.
06:15 Yassarnal Quran: Lesson no. 39.
06:25 Peace Conference 2015: Rec. March 14, 2015.
08:00 Beacon Of Truth: Recorded on March 15, 2015.
09:05 Tarjamatul Quran Class: Surah Saad, verses 28-65. Class No. 236. Recorded on March 24, 1998.
10:05 Indonesian Service
11:10 Japanese Service: Programme no. 6.
12:10 Tilawat: Surah Ash-Shooraa, verses 18-39.
12:25 Dars-e-Malfoozat [R]
12:55 Yassarnal Quran [R]
13:05 Beacon Of Truth [R]
14:10 Friday Sermon: Bengali translation of Friday sermon delivered on March 13, 2015.
15:05 Aao Urdu Seekhain: Programme no. 14.
15:25 Aadab-e-Zindagi: The topic is 'Waqar-e-Amal'.
16:10 Persian Service: Programme no. 25.
16:40 Tarjamatul Quran Class [R]
17:45 Yassarnal Quran [R]
18:00 World News
18:35 Peace Conference 2015 [R]
20:00 Aao Urdu Seekhain [R]
20:25 Faith Matters: Programme no. 162.
21:25 Tarjamatul Quran Class [R]
22:25 Kasre Saleeb: Programme no. 16.
23:00 Beacon Of Truth [R]

Please note MTA2 will be showing French service at 16:00 & German service at 17:00 (GMT).

Al Fazl International Weekly, London

TAHIR HOUSE - 22 DEER PARK ROAD, LONDON SW19 3TL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol 22 | Friday 06 March , 2015 | Issue No. 10

ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے اور مذہب کی حقیقت کو جانا ہے۔ ہمیں معترضین کے یہ اعتراض کبھی فکر میں نہیں ڈالتے کہ مذہب تعلیم اور ترقی سے دُور لے جاتا ہے یا مذہب خودغرضی کی عادت پیدا کرتا ہے۔ یا مذہب خون بہانے کا حکم دیتا ہے یا مذہب کے نام پر خون ہوتے ہیں۔

مذہب کیا ہے؟ مذہب کی ضرورت کیا ہے؟ دیگر مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی فوقیت اور مذہب اسلام کو ماننے کے نتیجہ میں ہم پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں، یہ اور اس قسم کے دیگر اہم سوالات کا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات وفرمودات کے حوالہ سے بصیرت افروز جواب

جماعت احمدیہ یوکے کے 48ویں جلسہ سالانہ کے موقع پر 31/اگست 2014ء کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا حدیقۃ المہدی، آلٹن میں اختتامی خطاب

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ۔ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔

مذہب پر اعتراض کرنے والے اپنے آپ کو صرف مذہب پر اعتراض کی حدتک محدود نہیں رکھتے بلکہ خدا تعالیٰ کی ذات پر بھی اعتراض کرتے ہیں۔ اس زمانے میں یہ اعتراض پہلے سے بہت زیادہ شدت سے کیا جاتا ہے۔ اس پر بہت زیادہ کتابیں لکھی گئی ہیں اور کتابیں لکھی جاتی ہیں اور لکھی جارہی ہیں۔ پھر آجکل تو اپنی بات پہنچانے کا کام الیکٹرانک سہولیات کے ذریعے سے اور بھی آسان ہو گیا ہے جس کی وجہ سے جو بات لوگوں تک پہنچنے میں ایک عرصہ لیتی تھی اور وہ بھی چند پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچتی تھی اب ہر ایک تک الیکٹرانک سہولیات اور میڈیا کے ذریعے سے پہنچ جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے دنیا کی بہت بڑی تعداد مذہب سے دُور ہٹ گئی ہے۔ بہت سے لوگ جو مذاہب کو ماننے والے ہیں تو مذہب سے اس لئے بھی دُور ہوئے کہ ان کے خیال میں مذہب اب صرف قصے کہانیاں رہ گیا ہے اور آجکل کی مادی اور ترقی یافتہ دنیا میں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہر بندے سے تعلق قائم رکھنے والے خدا کا ان میں تصور ہے۔ نہ یہ لوگ مذہب کو آجکل کے علم سے مطابقت رکھنے والا سمجھتے ہیں۔

پس یہ لوگ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں وہ اپنے آپ کو مذہب سے کیونکر جوڑیں اور اس وجہ سے وہ خدا کے وجود کے انکاری ہیں اور مذہب کو فرسودہ چیز سمجھنے والے ہیں۔ اور مذہبی لیڈروں کے اپنے ذاتی مفادات کی خاطر مذہب کے نام پر لوگوں کو اپنے پیچھے چلانے کا ذریعہ بنانے والے جو لوگ ہیں۔ یا یہ جو اپنے پیچھے لوگوں کو چلانے والے نام نہاد مذہبی لیڈر ہیں ان کے رویے دیکھ کر ان مذہب کے مخالفین کو، خدا تعالیٰ کی ذات کے مخالفین کو مذہب کے خلاف مزید بھڑکانے کا موقع مل جاتا ہے کہ مذہب تمہیں کیا دیتا ہے۔ بلکہ ان اعتراض کرنے والوں نے انبیاء کو بھی نہیں چھوڑا کہ وہ بھی نعوذ باللہ صرف اپنے مفادات کی خاطر اَن پڑھ لوگوں کو اپنے پیچھے چلاتے رہے اور اب کی ترقی یافتہ دنیا میں ایسی چیزوں کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ ایسے پڑھے لکھے لوگ جن کو مذہب سے دلچسپی ہے یا روایتی تعلق ہے اور جس حدتک یہ روایتی تعلق ہوسکتا ہے یعنی اسلام کے علاوہ جو اُن کے مذہب کی موجودہ صورتحال ہے اس کے مطابق وہ اپنے مذہب پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ مذہب اپنی جگہ لیکن آج کی سائنسی ترقی کے دَور کا مذہب میں کوئی ذکر نہیں ہے۔

گزشتہ سال آسٹریلیا کے سفر میں مجھے وہاں کے ایک سیاستدان سے ملنے کا موقع ملا تو باتوں میں کہنے لگے کہ مَیں عیسائی ہوں، چرچ بھی جاتا ہوں، مذہب کو ضروری بھی سمجھتا ہوں لیکن مذہب اور موجودہ ترقی اور سائنس کا کوئی تعلق نہیں۔ بائبل میں تو اس کا کوئی ذکر نہیں۔ مذہب اور سائنس کو علیحدہ رکھ کر ہی ہم اپنا مذہب بچا سکتے ہیں۔ تو مَیں نے انہیں بتایا کہ میرا مذہب اور جو کتاب مسلمانوں کے لئے ہے وہ تو ہمیں سائنس کے بارے میں اور موجودہ ترقیات کے بارے میں رہنمائی کرتی ہے۔ بہرحال یہ تو وہ مذاہب ہیں جو تمام چیزوں اور باتوں کا احاطہ کر ہی نہیں سکتے اس لئے ان کی یہ سوچ ہے۔

لیکن حیرت ہوتی ہے ان مسلمانوں پر بھی جن پر وہ کامل شریعت اتری جس نے ہر بات کا احاطہ کیا ہوا ہے وہ بھی مذہب اور ترقی کو علیحدہ چیزیں قرار دینے لگ گئے ہیں۔ یہ احمدی ہی ہیں جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت کبھی معطل نہیں ہوئی۔ جہاں قرآن میں سابقہ باتوں کا ذکر آتا ہے وہاں قرآن میں موجودہ زمانے کی سائنس کی ترقی کا بھی ذکر آتا ہے۔ وہاں قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ اسلام کا خدا زندہ خدا ہے۔ وہ اب بھی بولتا ہے جیسے پہلے بولتا تھا وہ اب بھی سنتا ہے جیسے پہلے سنتا تھا اور اس نے اسلام کو اس زمانے میں بھی بے آسرا نہیں چھوڑا اور مسیح موعود کو بھیج کر اس زمانے میں بھی خدا تعالیٰ کی ذات کو، مذہب کو، شریعت کو کھول کر دکھا دیا۔

پس ہم احمدی خوش قسمت ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے اور مذہب کی حقیقت کو جانا ہے۔ ہمیں معترضین کے یہ اعتراض کبھی فکر میں نہیں ڈالتے کہ مذہب تعلیم اور ترقی سے دُور لے جاتا ہے یا مذہب خودغرضی کی عادت پیدا کرتا ہے۔ یا مذہب خون بہانے کا حکم دیتا ہے یا مذہب کے نام پر خون ہوتے ہیں۔ ہمیں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بتایا کہ:۔

’’سائنس اور مذہب میں بالکل اختلاف نہیں بلکہ مذہب بالکل سائنس کے مطابق ہے اور سائنس خواہ کتنی ہی عروج پکڑ جاوے مگر قرآن کی تعلیم اور اصول اسلام کو ہرگز ہرگز نہیں جھٹلا سکے گی۔‘‘

(ملفوظات جلد دہم صفحہ 435۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس ہمارا مذہب اور ہماری شرعی کتاب جو وسیع تر علم دیتا ہے سائنس کا علم بھی اس کا ایک حصہ ہے۔

پھر جیسا کہ مَیں نے کہا یہ اعتراض کر کے مذہب سے متنفر کیا جاتا ہے کہ مذہب خون کی تعلیم دیتا ہے اور خون بہاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہم جو ترقی یافتہ سائنسی دَور میں سے گزر رہے ہیں ہمیں اگر خون بہانے سے بچنا ہے تو مذہب سے نفرت ضروری ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ تم خدا خدا کرتے رہتے ہو۔ دیکھو اس وقت دنیا کے دو بڑے مذہب ہیں یعنی عیسائیت اور اسلام اور ان کی کتابیں پڑھو تو دونوں جنگوں کے حکموں سے بھرے پڑے ہیں۔ پھر یہ الزام لگاتے ہیں کہ خدا نے مذہبی کتابوں کی رُو سے قوموں کو عذاب دے کر مارا۔ کہتے ہیں یہ بھی تمہاری کتابیں ہی کہتی ہیں کہ فلاں قوم کو عذاب دیا، فلاں کو عذاب دیا۔ یہاں بھی اگر جنگ نہیں ہو رہی تو ویسے خون بہایا جا رہا ہے۔ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کیسا خدا ہے اور کیسے مذہب ہیں جنہوں نے کتنے ہی لوگ سیلاب میں غرق کئے، کتنے ہی جلا دیئے، کتنے مصریوں کے پلوٹھوں کو مارا۔ سٹیو ویلز (Steve Wells) ایک لکھنے والا ایسا معترض ہے۔ لکھتا ہے کہ بائبل کے مطابق جو اس طرح مارے گئے یہ تعداد چوبیس لاکھ چھہتر ہزار بنتی ہے۔ اس نے calculation کی ہے پھر کہتا ہے یہ اندازے غلط ہیں۔ میرے اندازے کے مطابق اصل تعداد اس سے کہیں زیادہ بنتی ہے اور یہ تعداد پھر وہ پچیس ملین بتاتا ہے۔

(http://dwindlinginunbelief.blogspot.com/2006/08/who-has-killed-more-satan-or-god.html)

اب اس سے کوئی پوچھے کہ تم جو سائنس کو مذہب کا قائمقام سمجھتے ہو یا اس ترقی کو بہتر سمجھتے ہو اس نے تو مذہب سے بھی زیادہ خون بہایا ہے۔ مذہب تو اپنے پیرؤوں کو صلح صفائی کا حکم دیتا ہے۔ مسلمانوں پر اگر اعتراض کرتے ہیں تو قرآن کریم کے صلح صفائی اور امن وآشتی کے پیغام ایسے اعلیٰ معیار کے ہیں کہ اگر ان پر دنیا عمل کرے تو ہر طرف سلامتی ہی سلامتی نظر آئے۔ جہاد کا، قتال کا اگر حکم ہے تو اس صورت میں جب وہ ٹھونسا جاتا ہے۔ سائنس نے جو آلات ایجاد کئے ہیں اور جو زہریلی گیسیں بنائی ہیں ان سے تو صرف تباہی ہی تباہی ہے۔ اب مذہب کے نام پر بڑا کھینچ تان کر یہ پچیس ملین کی figure انہوں نے بنائی ہے اور جانی نقصان کا بتایا کہ کتنا ہوا ہے جو مذہب نے کیا ہے۔ کیا ان کی نظر میں صرف دوسری جنگ عظیم کے figure نہیں گزرے؟ جس میں سائنسی ایجاد کی وجہ سے ہی تقریباً ساٹھ سے ستر ملین لوگ مر گئے۔ جن میں معصوم بچے بھی تھے اور عورتیں بھی شامل تھیں۔ شہر راکھ کا ڈھیر ہو گیا۔ کیا یہ مذہبی جنگ تھی؟

پس یہ مذہب مارتا نہیں بلکہ مذہب تنبیہ کرتا ہے کہ امن اور سلامتی قائم کرو۔ کم از کم ہمارے مذہب کا تو یہ حکم ہے۔ ہر حکم انسان کے لئے رحم اور سلامتی کے جذبات سے بھرا پڑا ہے۔ ہمیں تو قرآن نے یہ سمجھایا کہ تمام انبیاء یہی حکم لے کر آئے کہ ظلم وتعدی بند کرو۔ پیار ومحبت پیدا کرو ورنہ خدا تعالیٰ تمہیں سزا دے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں یہ فرماتا ہے کہ وہ سزا دینے میں دھیما ہے جلد باز نہیں ہے۔ سزا بھی اصلاح کے لئے دیتا ہے۔ اگر خون انسان نے کئے تو اپنے مفادات کے حصول کے لئے کئے۔ غیر معمولی آفتوں میں سے اگر گزرنا پڑا تو اپنے ظلموں کی وجہ سے گزرنا پڑا۔ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ خدا نہیں ہے اور مذہب بھی نہیں ہے تو کیا پھر جو زلزلے اور سیلاب آتے ہیں کیا یہ رُک جائیں گے۔ ان کا یہ کیا نام دیں گے۔ اگر نہیں تو پھر یہ مذہب کے خلاف لکھنے والے انہیں کس کھاتے میں ڈالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ وہ کہتا ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلو تو یہ آفات ٹل سکتی ہیں یا ان کے نقصانات سے تم بچ سکتے ہو۔ دُور کی بات نہیں ہم گزشتہ صدی کی ہی بات کرتے ہیں۔ اس زمانے کی ہی بات کرتے ہیں جس میں مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرستادے کو بھیجا جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی میں دنیا کو ظلموں کے کرنے اور حد سے زیادہ خودسری سے بچنے کی تلقین کرنے کے لئے آیا۔ اس اللہ کے بھیجے نے یہ کہا کہ دنیا نے اگر اپنی حالت نہ بدلی تو زلزلے بھی آئیں گے۔ پس اپنے پر رحم کرو اور اپنی حالتوں کو بدلو۔ زمانے کے امام نے کہا کہ تم نے اگر اپنی حالت نہ بدلی اور ظلموں میں حد سے بڑھتے گئے اور خدا تعالیٰ کی بات نہ مانی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ طاعون کی ایسی وبا پھوٹے گی جس کی تباہی غیر معمولی ہوگی۔ پس اپنی حالتیں بدلو اور نجات حاصل کرو۔ پس جنہوں نے اس کی بات مانتے ہوئے اپنی حالتوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کیں وہ زلزلوں سے بھی محفوظ رہے اور طاعون سے بھی محفوظ رہے۔ پس یہاں تو ہمیں مذہب کا اور خدا تعالیٰ کے پیاروں کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ وہ بغیر وارننگ کے ایک بم مار کر سارے شہر کو راکھ کا ڈھیر بنا کر اور لاکھوں جانوں کو تلف کرنے والا نہیں ہے بلکہ پہلے پیار سے سمجھاتا ہے اور پھر بھی اگر دنیا باز نہ آئے تو پھر اللہ تعالیٰ اپنا

باقی صفحہ نمبر 14پر ملاحظہ فرمائیں